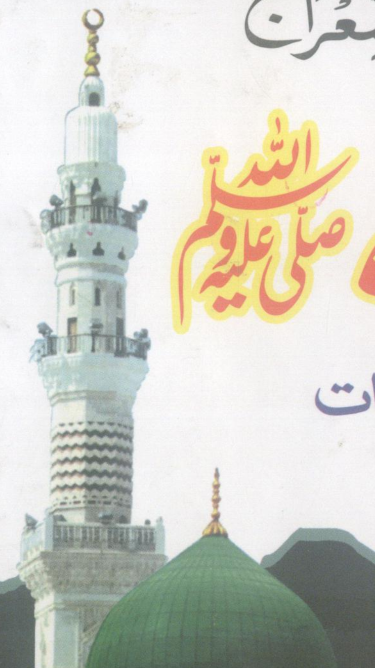


لابتہاج فی احادیث المعراج

معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث ۔ فوائد ۔ نکات



تصنیف

ابوالخطاب عمر ابن حسن دحیہ کلبی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا حافظ محمد اکرام اللہ شاکر

تخریج ۔ تحقیق ۔ حواشی

محمد عرفان طریقتی القادری

مدیر ماہنامہ بہار اسلام

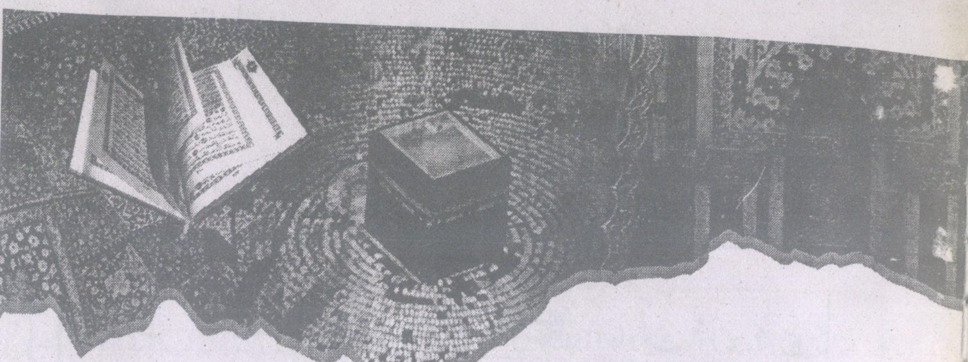
انچارج بہار اسلام ریسرچ سنٹر

بہار اسلام پبلی کیشنز

1910 ڈی ون بلاک گجر پورہ سکیم لاہور

0322-0333-4229760

0322-0313-4642506



لِابُتِھَاجِ فِی اَحَادِیْثِ الْمِعْرَاجِ

معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث ۔ فوائد ۔ نکات

ابوالخطاب عمر ابن حسن دحیہ کلبی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ
حافظ مولانا محمد اکرام اللہ شاکر

تخریج ۔ تحقیق
محمد عرفان طریقی القادری
مدیر ماہنامہ بہار اسلام، انچارج بہار اسلام ریسرچ سنٹر

بہار اسلام پبلی کیشنز
1910 ڈی ون بلاک گجر پورہ سکیم لاہور
0322-0333-4229760
0322-0313-4642506

نام کتاب .... الابتہاج فی احادیث المعراج

نام ترجمہ .... معراج مصطفیٰ ﷺ: احادیث، فوائد، نکات

مترجم .... مولانا حافظ اکرام اللہ شاکر، فاضل جامعہ نعیمیہ لاہور

تحقیق، تخریج، حواشی .... محمد عرفان طریقتی القادری مدیر ماہنامہ بہاراسلام

تعداد .... گیارہ سو 1100

صفحات 224

قیمت .... 200 روپے

ناشر .... بہاراسلام پبلی کیشنز لاہور

ملنے کے پتے

حسن ترتیب

کتاب اور صاحب کتاب

آپ کا نام عمر اور والد کا نام حسن ہے، کنیت ابوالخطاب ہے اور ''ابن دحیہ الکلبی'' کے نام سے معروف ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ میرا سلسلہ نسب مشہور صحابی رسول حضرت سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، اس لئے آپ خود کیلئے ''ذوالنسبین بین دحیہ والحسین'' کے الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔

علماء کرام نے سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کا انکار کیا ہے اور جہاں تک امام حسین رضی اللہ عنہ تک سلسلہ نسب کا تعلق ہے تو آپ کے دادا شیخ علی الجُمیّل والدہ کی طرف سے حسینی علوی تھے۔

باختلاف روایت آپ کی ولادت پانچ سو چھیالیس ۵۴۶ھ ہجری میں ہوئی، اپنے نانا عتیق بن محمد سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔

ابوبکر بن الجد، ابوالقاسم بن بشکوال، ابوعبداللہ بن مجاہد، ابوعبداللہ بن زرقون، ابوالقاسم بن حبیش سمیت کثیر محدثین سے حدیث کی سماعت کی۔

ان کے علاوہ ابوالقاسم البوصیری سے مصر میں، ابوجعفر الصید لانی سے اصبہان میں، منصور الفراوی سے نیشاپور میں اور واسط میں ابوالفتح المندائی سے حدیث سماعت کی۔

علامہ صیدلانی سے امام طبرانی کی معجم اور المندائی سے مسند امام احمد کا سماع کیا۔

علامہ موصوف علم حدیث کے ماہر، لغت ونحو کے امام اور فقہ مالکی کے جلیل القدر فقیہ مانے جاتے تھے۔

علامہ تقی عبید نے کہا:

ابوالخطاب ذوالنسبین صاحب علم وفن تھے، بہت سی بلند پایہ تصنیفات آپ کی نوک

قلم سے تخلیق ہوئیں، خاص و عام میں بلند مقام کے حامل شخص تھے۔

علماء رجال اور مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس بات میں شبہ گنجائش نہیں کہ علامہ کلبی علوم وفنون کے ماہر اور بحر لغت کے ماہر غواص تھے لیکن اس کے باوجود بڑے بڑے دعوے کرنا ان کی عادت ثانیہ ہوا کرتی تھی۔ اکثر ایسی باتیں کر دیتے تھے جن کا حقیقت سے تعلق نہ ہوتا۔

بعض علماء نے حافظ ابن دحیہ پر تنقید بھی کی ہے لیکن اس کے باوجود وہ ان کی علمی فراوانی اور فنی کاملیت کے قائل نظر آتے ہیں۔ علامہ ابن دحیہ کلبی کا وصال چودہ ربیع الاول منگل کی رات ۶۳۳ھ میں ہوا۔ (☆)

آپ کی متعدد علمی نوادرات ہیں جن میں سے ایک ''الابتہاج فی احادیث المعراج'' معجزہ معراج النبی ﷺ پر ایک خوبصورت تحفہ ہے۔

اس کتاب میں علامہ موصوف نے معراج مصطفیٰ ﷺ کے تقریباً تمام پہلوؤں پر قدرے شرح وبسط سے روشنی ڈالی ہے، اور ساتھ ساتھ معترضین کے اعتراضات کا رد بھی کرتے جاتے ہیں۔ اس کتاب کو اردو زبان میں ڈھالنے کا فریضہ عظیم دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ لاہور کے ہونہار فاضل مولانا محمد اکرام اللہ شاکر صاحب زید مجدہ نے ادا کیا ہے۔

راقم الحروف نے چند کتابوں کی ایک فہرست مرتب کر رکھی ہے جن کا ترجمہ اور تحقیق وتخریج کرنے کی نیت عرصہ دراز سے نیکیوں میں اضافے کا باعث بنی ہوئی ہے۔ مرکز بہار اسلام میں تدریس ونظامت اور ماہنامہ بہار اسلام کی ارادت کی بھاری ذمہ داریوں

(☆)...... حافظ کلبی کے مزید احوال ومعلومات کیلئے ان ماخذ کی طرف رجوع فرمائیں:

تذکرۃ الحفاظ، جلد:۴، صفحہ: ۱۴۲۰، میزان الاعتدال، جلد:۳، صفحہ:۱۸۶، العبر، جلد:۵، صفحہ: ۱۳۴، البدایۃ والنہایہ، جلد:۱۳، صفحہ:۱۴۴، لسان المیزان، جلد:۴، صفحہ: ۲۹۲، النجوم الزاہرۃ، جلد:۶، صفحہ: ۲۹۵، حسن المحاضرۃ، جلد:۱، صفحہ:۱۶۶، بغیۃ الوعاۃ، جلد:۲، صفحہ:۲۱۸، شذرات الذہب، جلد:۵، صفحہ:۱۶۰، وفیات الاعیان، جلد:۳، صفحہ:۴۴۸، ذیل الروضتین، صفحہ:۱۶۳، دول الاسلام، جلد:۲، صفحہ:۱۰۳

میں وقت کی قلت میں مزید اضافہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے یہ کام ''نیت سے عمل'' تک کا سفر طے نہیں کر پا رہا، تاہم جیسے جیسے موقع ملتا جاتا ہے اپنی کوشش جاری ہے، حال ہی میں ماہِ رجب کے فضائل پر دو رسالے ''فضائل شہر رجب للمحدث الخلال'' اور ''الادب فی رجب للملا علی القاری'' ترجمہ اور تحقیق وتخریج کے ساتھ منظر عام پر آئے ہیں جنہیں ہاتھوں ہاتھ لیا جا رہا ہے۔ اور اب ان شاء اللہ یہ کتاب ''الابتھاج'' بھی اسی رنگ کو دبنگ بنانے کیلئے منصۂ شہود پر وارد ہوا چاہتی ہے۔

یہ کتاب ''الابتھاج فی احادیث المعراج'' کا من وعن ترجمہ نہیں ہے بلکہ اسے اس کا خلاصہ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ میں نے اس کے علاوہ مزید چند کتابوں مثلا ''الآیۃ الکبری للسیوطی'' اور الاسراء والمعراج لابن حجر'' وغیرہما کو بھی سامنے رکھ کر معراج کا ایک گلدستہ تخلیق کرنے کی کوشش کی ہے۔ احادیث کی تخریج اور موقع کی مناسبت سے ضروری حواشی بھی لگا دیئے ہیں۔ بایں ہمہ اگر کوئی کوتاہی نظر آجائے تو ہمیں اطلاع دے کر عنداللہ مشکور ہوں۔

اللہ تعالیٰ اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہِ اقدس میں قبولیت کی سند عطا فرمائے اور تمام امت محمدیہ خصوصا میرے والدین اور اساتذہ کرام کیلئے بخشش کا ذریعہ بنائے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے فاضل دوست مولانا محمد اکرام اللہ شاکر فاضل جامعہ نعیمیہ لاہور کا شکریہ ادا نہ کروں تو، انہوں نے اس کتاب کو اردو سانچے می ڈھالنے کیلئے اپنی خدمات کو کھلے دل سے پیش فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین

عبد ذوالمنن

محمد عرفان طریقتی القادری

مدیر ماہنامہ بہار اسلام لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين، والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين، وعلى آله واصحابه اجمعين امابعد۔

پہلی فصل:

سیر اور معراج کا وقت

معراج کی تاریخ میں اختلاف ہے:

ذوالنسبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ کو معراج ستائیس ربیع الاول کو ہوئی تھی۔(۱) یہ قول

(۱)......علماء کرام کا معراج کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ ربیع الاول، ربیع الآخر، رجب، رمضان، شوال، اور ذوالحجہ کے اقوال ملتے ہیں۔ اور پھر اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ ہجرت نبوی سے کتنے ماہ قبل معجزہ معراج رونما ہوا۔ اس بارے میں، پانچ سال، تین سال، ایک سال پانچ مہینے، ایک سال تین مہینے، ایک سال دو مہینے، ایک سال، آٹھ ماہ، اور چھ ماہ قبل کے اقوال ملتے ہیں۔ ان میں سے راجح قول اور قابل اعتماد قول یہ ہے کہ معراج ہجرت نبوی سے ایک سال قبل ہوئی۔ یہ ابن سعد کا قول ہے، اور اسی پر اکثر علماء ہیں، امام نووی نے اسی پر اعتماد کیا اور ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے لیکن ماقبل ذکر کردہ اختلاف کی بنیاد پر ان کا دعوی قرین عقل محسوس نہیں ہوتا۔ اور مہینوں میں رجب المرجب اور رات ستائیسویں ہے۔ اسی پر عوام الناس کا عمل ہے اور جب کسی مسئلہ میں اختلاف واقع ہو جائے اور ترجیح پر کوئی دلیل نہ ہو تو عوام الناس کا عمل وجہ ترجیح کہلاتا ہے۔ اس بنیاد پر رجب کی ستائیسویں رات کو ''شب معراج'' قرار دینا بالکل درست ہے۔(تاج الابتھاج، صفحہ: ۲۵۔۲۷)

امام عالم ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق حربی کا ہے۔

اور قاضی محمد بن عمر واقدی ذکر کرتے ہیں مجھے اسامہ بن زید لیثی نے بیان کیا حضرت عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے، وہ کہتے ہیں نبی علیہ السلام کو سیر ستائیس ربیع الاول کو ہوئی اور یہ ہجرت سے ایک سال پہلے واقعہ ہے۔

واقدی نے چند لوگوں سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سیر، مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے آٹھ ماہ پہلے بعثت نبوی کے بارہویں سال ہفتہ کی رات ستائیس رمضان المبارک کو ہوئی۔

ابو عبدالرحمٰن النسائی کہتے ہیں واقدی واضع الحدیث تھے۔

امام ابو عبداللہ احمد بن حنبل کہتے ہیں واقدی کذاب تھا۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں واقدی ثقہ راوی نہیں تھا۔ (۲)

---

(۲)...... مصنف علیہ الرحمہ نے قاضی واقدی کے بارے میں مختلف اقوال میں سے ایک قول پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان پر اگر علماء نے جرح کی ہے تو ان کی تعدیل بھی متعدد علماء فن نے فرمائی ہے۔ اور ان میں سے بہترین قول امام الجرح والتعدیل علامہ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

العلامہ ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی المدینی القاضی، صاحب تصانیف ومغازی ہیں۔ اور علماء ضعف کے باوجود ان کے کثیر العلم ہونے پر متفق ہیں۔ 120 ہجری کے بعد پیدا ہوئے۔ ردی اور عمدہ کلام کو اور کنکریوں اور موتیوں کو آپس میں ملا جلا دیا جس کی وجہ سے محدثین

یہ بھی کہا گیا ہے کہ رجب کے ماہ مبارک میں ہوئی اس حدیث کی سند میں راوی ہیں جو کذب میں معروف ہیں۔ (۳)

ان سے کنارہ کش ہی رہے لیکن اس سب کے باوجود مغازی (غزوات جنگی معرکوں) اور ایام صحابہ کرام کے سلسلے میں ان سے بے نیاز نہیں رہا جا سکتا۔

علامہ ذہبی، واقدی کے متعلق جرح وتعدیل کے قوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یہ بات تو طے ہے کہ واقدی (حدیث میں) ضعیف ہیں لیکن غزوات وتاریخ میں ہر کوئی بغیر کسی اختلاف کے ان کا محتاج ہے......دوسوسات ۲۰۷ھ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد:۹، صفحہ:۴۶۷)

(۳)......ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ معراج مصطفیٰ ﷺ کے بارے مشہور اور معمول رجب المرجب کا مہینہ ہے۔ اسکے متعلق مزید چند باتیں نظر قارئین کی جاتی ہیں:

رجب المرجب کے علاوہ باقی مہینوں میں معراج ہونے پر محض مؤرخین وغیرہم کے اقوال ہیں لیکن رجب المرجب میں معراج کے متعلق باقاعدہ نص وارد ہے۔ لیکن اس سے قبل چند تمہیدی باتوں کا جاننا ازبس ضروری ہے۔

آئندہ صفحات میں احادیث کے باب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ جب رسول کریم ﷺ کو آسمانوں کی طرف لیجایا گیا تو ہر آسمان پر جبریل امین علیہ السلام سے سوال جواب کئے گئے ،وہاں رسول کریم ﷺ کی بابت پوچھے گئے سوال میں دو طرح کے الفاظ روایت کئے گئے ہیں

"وارسل الیہ؟" کیا انہیں بلایا گیا ہے؟

"او بعث الیہ؟" کیا ان کو بلایا گیا ہے؟

تو آپ نے جواب دیا جی ہاں۔ یعنی ان احادیث میں حضور ﷺ کے معراج کیلئے "الرسالۃ" اور "بعثت" کا لفظ استعمال کیا گیا۔ ان الفاظ سے معراج مصطفیٰ ﷺ کا جب

المرجب کی ستائیسویں رات میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَامَ يَوْمَ سَبْعَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبٍ، كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ صِيَامَ سِتِّيْنَ شَهْرًا وَهُوَ الْيَوْمُ الَّذِيْنَ هَبَطَ فِيْهِ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ بِالرِّسَالَةِ۔

جس نے رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساٹھ مہینوں کے روزے (کا ثواب) لکھ دے گا۔ یہ وہ دن ہے جس دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ پر رسالت (پیغام معراج) لے کر اترے تھے۔

تتبع راوۃ اور سند حدیث میں غور وفکر کرنے سے اس حدیث کا ''حسن لذاتہ'' ہونا ثابت ہے۔ اس حدیث کی مکمل بحث ہم نے ''رسائل رجب در فضائل رجب'' میں بیان کی ہے وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ستائیسویں رجب کو معراج پر جانا بالکل واضح وروشن ہے۔ اسی طرح حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

فِيْ رَجَبٍ يَوْمٌ وَّ لَيْلَةٌ، مَنْ صَامَ ذَالِكَ الْيَوْمَ وَقَامَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ كَانَ كَمَنْ صَامَ الدَّهْرَ مِئَةَ سَنَةٍ، وَ قَامَ مِئَةَ سَنَةٍ وَهُوَ لِثَلَاثٍ بَقِيْنَ مِنْ رَجَبٍ وَفِيْهِ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُحَمَّدًا۔

رجب کے مہینے میں ایک دن اور رات (خاص ہے) جس نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس رات کو قیام کیا تو ایسے ہے جیسے سو سال تک روزے رکھے اور سو سال تک قیام کیا۔ اور یہ رجب کی ستائیسویں شب ہے اور اسی رات اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو (معراج شریف کیلئے) بلاوا بھیجا۔ (الشعب الایمان للبیہقی، جلد:۲، صفحہ:۲۱۱۹، مسند الفردوس، جلد:۳، صفحہ:۱۴۲، تنزیہ

مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ ابن فارس کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکاون سال اور نو (۹) ماہ ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم اور مقام ابراہیم سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ (۴)

ذوالنسبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس میں بہت زیادہ اختلاف ہے میں انشاء اللہ اسے عنقریب حدیث اسراء کی ترجیح میں ذکر کروں گا۔

الشریعۃ لابن عراق، جلد:۲، صفحہ:۱۶۱، الفوائد المجموعۃ للشوکانی، صفحہ:۴۳۹، اتحاف السادۃ المتقین، جلد:۵، صفحہ:۲۰۶)

ان احادیث کے علاوہ محقق علماء کرام کا قول رجب کا ہی ہے اور اسی پر عوام وخواص کا عمل ہے۔ اس بحث کے بعد معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رجب المرجب کی ستائیسویں شب میں ہونا عقلاً ونقلاً بالکل ظاہر وروشن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب)

(۴)...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ اس کے بارے میں احادیث و روایات میں مختلف الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ مسند احمد میں عفان بن ہمام کی روایت میں ''حطیم اور حجر'' کا ذکر ہے، حضرت انس کی روایت میں حضور کے اپنے گھر کا اور چھت کے اکھیڑنے کا ذکر ہے،'' واقدی کی روایت میں ''شعب ابی طالب'' اور طبرانی میں ام ہانی کی روایت میں ''بیت ام ہانی'' کا ذکر ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ کبھی کبھی مسجد حرام سے مراد پورے حرم مکہ کو لیا جاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''حرم سارے کا سارا مسجد ہے۔'' لہذا بیت ام ہانی میں تھے کو صفا ومروہ کے درمیان تھا جو کہ حرم کا ہی حصہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ''میرا گھر'' اس لئے کہا کہ آپ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے گھر رہتے تھے اور آپ کا، ابو طالب کا اور سیدہ ام ہانی کا گھر ایک ہی ہے۔ (ملخصا سبل الہدیٰ والرشاد، جلد:۳، صفحہ:۹۴)

فصل ثانی:

الاسراء بالروح والجسد

(حضور ﷺ کو معراج جسم اور روح کے ساتھ ہوئی)

اصحاب سلف اور علماء کا اختلاف ہے کہ کیا سیر روح کے ساتھ تھی یا جسم کے ساتھ۔ اس بارے میں تین قول ہیں

پہلا قول:

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اسراء روح کے ساتھ تھی اور آپ ﷺ نے نیند کی حالت میں خواب دیکھا تھا اس بات کے اتفاق کے ساتھ کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب حق اور وحی ہوتے ہیں۔ اور اس قول کی طرف حضرت معاویہ گئے ہیں یہ حضرت حسن سے مروی ہے۔ اور مشہور اس کے خلاف ہے، اسکی طرف محمد بن اسحاق نے ''السیرۃ'' میں اشارہ کیا ہے۔ اور ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

☆......اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ۝ (۵)

(۵)......الاسراء، آیت: ۶۰

اور ہم نے وہ (شب معراج عجائبات کا) آپ کو دیکھانا صرف لوگوں کی آزمائش کیلئے کیا۔

☆......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان کہ رسول اللہ ﷺ کا جسم مبارک غائب نہ ہوا۔

☆......اور آپ ﷺ کا فرمان ''بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ'' اس دوران کہ میں سو رہا تھا۔

☆......اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول کہ نبی ﷺ مسجد حرام میں سو رہے تھے۔

☆......اور اس حدیث کے آخر میں ہے ''فَاسْتَیْقَظْتُ وَأَنَا بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ'' میں بیدار ہوا تو مسجد حرام میں تھا۔ یہ معتزلہ اور اہل بدعت کا قول ہے۔

<u>دوسرا قول:</u>

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اسراء بیت المقدس تک جسم کے ساتھ بیداری کی حالت میں تھی اور آسمان کی طرف روح کے ساتھ تھی۔ انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول سے دلیل پکڑی ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَیٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ۝ (٦)

(٦)......الاسراء، آیت:١

پاکی ہے اسے جو اپنے بندہ کو لے گیا راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ تک اسراء کی غایت (انتہاء) کو بیان کیا ہے، اگر مسجد اقصیٰ سے آگے بھی جسم کے ساتھ معراج ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسراء کی انتہاء مسجد اقصیٰ کو بیان نہ فرماتا بلکہ اس سے آگے کا بھی ذکر فرما دیتا تاکہ رسول اکرم ﷺ کی مدح میں اضافہ ہو جائے۔

اس واقعہ کے بیان میں تعجب ہے کہ رات کے مختصر حصے میں اتنے لمبے سفر کی سیر کس طرح ہو سکتی ہے یہ کفار کا تعجب ہے اور مومنوں کا تعجب یہ ہے کہ اللہ کی کیا ہی قدرت ہے اور نبی علیہ السلام کی کیا ہی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے مختصر حصے میں نبی علیہ السلام کو اتنے لمبے سفر کی سیر کرا دی۔ اور اس میں نبی علیہ السلام کی کرامت کا اظہار ہے۔

تیسرا قول:

یہ قول اصحاب سلف، فقہاء مسلمین، محدثین، مفسرین اور متکلمین کا ہے اور یہی تمام اہل سنت کا ہے کہ بے شک اسراء جسم اور روح کے ساتھ بیداری کی حالت میں تھی اور یہی بات حق ہے۔ کیونکہ جانور (براق) روحوں کو نہیں اٹھاتے بلکہ جسم کو اٹھاتے ہیں اور نبی علیہ السلام سے تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں کہ

بیشک آپ ﷺ نے جانور پر سیر کی جسکو براق کہا جاتا ہے اور آپ ﷺ نے اس کی خلقت (جسامت اور حلیے) کو بھی بیان کیا ہے۔ یہ قول عمر بن خطاب، ابن مسعود، ابوذر، مالک بن صعصعہ جابر بن عبداللہ، حذیفہ، ابن عباس، انس بن مالک، ابو ہریرہ اور ابوحبہ بدری کا ہے۔ اور یہی قول تابعین، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، قتادہ، ضحاک، ابن شہاب، حسن، ابراہیم، ابن زید، مسروق، مجاہد، عکرمہ اور ابن حریج وغیرہم کا ہے۔ یہی قول امام مالک، شافعی، احمد بن حنبل، طبری اور جمہور اہل سنت کا ہے اور اس پر آیت مبارکہ، اور آثار صحیحہ دلالت کرتے ہیں اور یہی معتبر ترین بات ہے۔

ظاہر کو چھوڑ کر تاویل کا سہارا لینا اور حقیقت سے مجاز کی طرف رجوع کرنا صرف اس حالت میں درست ہے جب حقیقت پر عمل یا حقیقت کا ہونا محال ہو، اور حضور ﷺ کا روح اور جسم کے ساتھ معراج کرنا محال نہیں ہے۔ اگر یہ نیند کی حالت میں ہوتی تو اس میں کوئی نشانی اور معجزہ نہ ہوتا حالانکہ کفار اسے بعید از عقل سمجھتے ہیں تو وہ اسے جھٹلاتے نہ۔ اور نہ ہی کثیر مسلمان مرتد ہوتے۔ اور فتنے میں بھی نہ پڑتے۔ کیونکہ ایسے خوابوں کا انکار نہیں کیا جاتا لیکن یہ ایسے خوابوں میں سے نہ تھا۔ بے شک انہوں نے جان لیا تھا کہ نبی علیہ السلام جو بتا رہے تھے وہ جسم کے ساتھ تھا اور حالت بیداری میں تھا اور یہ ایک رات میں ہوا تھا اور اسی رات میں آپ ﷺ واپس لوٹ آئے تھے پھر صبح کے وقت آپ ﷺ نے اپنی سیر

قریش کو بیان کی تو اہل قریش کہنے لگے اللہ کی قسم! اونٹ ایک ماہ میں مکہ سے شام تک پہنچتا ہے اور ایک ہی ماہ میں واپس آتا ہے اور یہ شخص گمان کرتا ہے کہ اس نے ایک ہی رات میں بیت المقدس تک سیر کی اور واپس بھی آ گیا (معاذ اللہ) تو انہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا اور مسلمانوں کی کثیر تعداد مرتد ہو گئی اور لوگ بیت المقدس کی صفات کے بارے میں سوال کرنے لگے۔

☆☆☆☆☆

فصل ثالث :

احادیث معراج مصطفیٰ ﷺ

حدیث نمبر ۱:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس براق لایا گیا، وہ ایک لمبے قد اور سفید رنگ کا چوپایہ، گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کا قدم انتہاء نظر پر پڑتا تھا۔ میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تک پہنچا اور جس جگہ انبیاء کرام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے وہاں میں نے اس کو باندھا اور مسجد میں داخل ہو گیا اور دو رکعت ادا کر کے باہر آیا۔ حضرت جبریل میرے پاس ایک شراب کا برتن اور ایک دودھ کا برتن لے کر آئے تو میں نے دودھ کو لے لیا۔ تو حضرت جبریل نے کہا: آپ نے فطرت کو پسند کر لیا۔ پھر مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا اور جبریل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبرائیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ، پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں میری حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور بھلائی کی دعا دی۔ پھر

ہمیں دوسرے آسمان کی طرف لیجایا گیا، جبرائیل نے دروازے پر دستک دی ، پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبرائیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ، پوچھا گیا: کیاان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام دو خالہ زاد بھائیوں سے میری ملاقات ہوئی۔ان دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور بھلائی کی دعا دی۔ پھر ہمیں تیسرے آسمان کی طرف لیجایا گیا ،حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازے کو کھٹکھٹایا، پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبرائیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ، پوچھا گیا: کیاان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا ۔وہاں میری ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جن کواللہ تعالیٰ نے حسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا ہے۔انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے خیر کی دعا کی ۔ پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف لیجایا گیا ،حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی، پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبرائیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ، پوچھا گیا: کیاان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور بھلائی کی دعا دی ،اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا

عَلِيًّا٥ (٧) اور ہم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی، پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبرائیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ، پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت ہارون علیہ السلام سے ہوئی، انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی۔

پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف لیجایا گیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی، پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبرائیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ، پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی۔

پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف لیجایا گیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی، پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبرائیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ، پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی جو بیت المعمور سے ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ بیت

---

(٧)......سورۃ مریم، آیت: ٥٧

المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور ایک بار جانے والا دوبارہ نہیں جاتا۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جتنے اور پھل مٹکوں کے برابر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا حسن عطا کیا ہے کہ کوئی اس کی تعریف کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو وحی نازل فرمانی تھی فرمائی، اور مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں وہاں سے واپس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: آپ کی امت پر آپ کے رب نے کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: ہر دن اور رات میں پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا: اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کروائیے کیونکہ آپ کی امت نمازیں نہ پڑھ سکے گی۔ میں اس آزمائش میں پڑا ہوں اور میں نے بنی اسرائیل کا تجربہ کیا ہے۔ (حضور ﷺ نے فرمایا) میں اپنے رب کے پاس لوٹا اور کہا: اے میرے رب! میری امت پر تخفیف فرما، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم فرمادیں۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کی امت اتنی نمازیں نہ پڑھ سکے گی، جائیے اور اپنے رب سے کمی کا سوال کیجئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چکر لگاتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! دن اور رات کی یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز پر دس گنا اجر ہوگا اور یہ پچاس ہو جائیں گی۔ اور جو آدمی نیک کام کا ارادہ کرے

اور پھر وہ کام نہ کرے تو اس کیلئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر وہ اس نیکی کو کر لے تو اس کیلئے دس گنا اجر لکھا جائے گا۔ اور جو شخص برے کام کا ارادہ کرے اور وہ عمل نہ کرے تو اس کے اعمال نامے میں کچھ نہیں لکھا جائے گا اور اگر برا کام کر لے گا تو ایک برائی لکھی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان کو اس معاملے کی خبر دی تو انہوں نے کہا: اپنے رب کے پاس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے، میں نے کہا: میں اپنے رب کے پاس بار بار گیا ہوں اور اب مجھے اس سے حیا آتی ہے۔(۸)

حدیث نمبر۲:

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب میں مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھا میرے مکان کی چھت پھاڑی گئی جبرئیل امین علیہ السلام اترے میرا سینہ چاک کیا اسے زم زم کے پانی۔ سے دھویا پھر ایک سونے کا طشت لائے جو کہ ایمان اور حکمت بھرا ہوا تھا اور ایمان اور حکمت کو میرے سینے میں رکھ کر میرا سینہ جوڑ دیا پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمانوں کی طرف لے گئے جب ہم پہلے آسمان پر پہنچے تو جبرئیل امین علیہ السلام نے اس کے داروغہ سے کہا دروازہ کھولو اس نے پوچھا کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے کہا جبرئیل، پھر اس نے پوچھا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے کہا

(۸)......صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد:۱، صفحہ:۱۴۵، حدیث نمبر:۲۵۹

ہاں میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں اس نے پوچھا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں بلایا گیا ہے تو اس نے دروازہ کھول دیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ہم دنیا کے آسمان کے اوپر پہنچے تو میں نے ایک شخص دیکھا جس کے دائیں بائیں بہت مخلوق تھی وہ دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے انہوں نے مجھے دیکھ کر خوش آمدید کہا اے صالح بیٹے اور صالح نبی میں نے جبرئیل امین سے کہا کہا یہ کون ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو مخلوق ہے یہ ان کی اولاد ہے دائیں طرف جنتی اولاد ہے اور بائیں طرفِ جہنمی اولاد ہے اسی وجہ سے آپ علیہ السلام دائیں طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں پھر جبرئیل امین مجھے لے کر دوسرے آسمان کی طرف گئے اور اس کے داروغہ سے کہا دروازہ کھولو پھر وہ تمام سوال جواب ہوئے جو پہلے آسمان کے داروغے سے ہوئے تھے پھر اس نے بھی دروازہ کھول دیا۔ حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ یہ نہیں بتلایا کہ کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی ہاں البتہ یہ بتلایا کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام اور چھٹے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جب حضور اکرم ﷺ حضرت ادریس علیہ السلام کو ملے تو انہوں نے کہا صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش

آمدید ہو میں نے کہا یہ کون ہیں تو کہا یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں آپ ﷺ نے فرمایا پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا انہوں نے بھی یہ کہا کہ صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید ہو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے کہا یہ کون ہیں حضرت جبرئیل امین نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی کہا صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید ہو میں نے کہا یہ کون ہیں کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پھر ہماری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے بھی کہا صالح نبی اور صالح بیٹے کو خوش آمدید ہو میں نے پوچھا: یہ کون ہیں کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ایک سند کے ساتھ حضرت ابن عباس اور ابو حبہ انصاری نے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے معراج کرائی گئی یہاں تک کہ میں مقام استواء تک پہنچ گیا وہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی اور انس بن مالک نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں میں جب ان نمازوں کو لے کر واپس لوٹا تو راستے میں میری حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا آپ کے رب نے آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض کیا ہے میں نے کہا پچاس نمازیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے کہا واپس جائیں آپ کی امت میں ان کو ادا کرنے کی طاقت نہیں۔ میں اپنے رب کے حضور حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے کچھ کم کر دیں پھر جب موسیٰ علیہ السلام سے

ملاقات ہوئی تو انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا اپنے رب کے پاس واپس جائیے کیونکہ آپ کی امت ان کو بھی ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی پھر میں اپنے رب کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ اجر پچاس کا ہی ملے گا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی پھر جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پہنچا تو انہوں نے فرمایا اپنے رب کے پاس جائیے تو میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے پھر حضرت جبرئیل امین علیہ السلام مجھے سدرہ المنتہیٰ پر لے گئے جس پر ایسے عجیب وغریب رنگ چھائے ہوئے تھے جن کو میں قیاس سے نہیں بتا سکتا پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا جہاں موتیوں کے گنبد تھے اور اس کی مٹی مشک تھی۔(۹)

حدیث نمبر ۳:

شریک بن مالک کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

جس رات رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ سے معراج کرائی گئی تو آپ پر وحی آنے سے پہلے تین افراد حاضر خدمت ہوئے۔اس دوران آپ مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے۔ان میں سے ایک نے کہا: وہ کونسے ہیں؟ درمیان والے نے

(۹)......صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر:۳۴۹ و کتاب الحج، حدیث نمبر:۱۶۳۶ و کتاب الانبیاء، حدیث نمبر:۳۳۴۲

کہا وہ ان میں سب سے بہتر ہیں۔ آخری نے کہا ان سے بہتر کو لے لو۔ اس رات یہی کچھ ہوا، یہاں تک کہ وہ دوسری رات آئے جس کے اندر کہ دل ان کو دیکھ رہا تھا اور آنکھیں سو رہی تھیں اور آپ ﷺ کا دل نہیں سو رہا تھا اور اسی طرح تمام انبیاء کرام کی آنکھیں سوتی تھیں دل نہیں سوتا تھا۔ ان فرشتوں نے آپ ﷺ سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ آپ ﷺ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لے گئے اور وہاں رکھ دیا۔ ان میں سے حضرت جبریل نے یہ کام سنبھالا کہ گلے سے دل کے نیچے تک سینہ مبارک کو چاک کر دیا یہاں تک کہ سینہ مبارک اور پیٹ کو بالکل خالی کر دیا پھر اپنے ہاتھ سے آب زمزم کے ساتھ اس کو دھویا حتی کہ شکم اقدس کو صاف کر دیا۔ پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا، اس میں سنہری نور تھا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا اور اسکے ساتھ سینہ مبارک اور حلق کی رگوں کو بھر کر سینہ مبارک کو برابر کر دیا گیا۔ پھر آپ کو لے کر آسمان دنیا کی طرف چڑھے اور اس کا ایک دروازہ کھٹکھٹایا، آسمان والے پکارے کون ہے؟ کہا: جبریل، انہوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: میرے ساتھ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پوچھا کیا یہ بلائے گئے ہیں ، کہا: جی ہاں۔ خوب آئے خوش آمدید۔ آسمان والوں نے اس کی خوشیمنائی اور آسمان والوں کو کسی بات کا علم نہیں ہوتا جو اللہ زمین پر کرنا چاہتا ہے جب تک کہ انہیں بتایا نہ جائے۔ پہلے آسمان پر آپ ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پایا تو حضرت جبریل نے عرض کیا: یہ آپ کے باپ ہیں انہیں سلام کر لیجئے۔ آپ

ﷺ نے سلام کیا حضرت آدم نے سلام کا جواب دیا اور کہا: میرے بیٹے آپ کا آنا مبارک ہو۔ اور آپ اچھے بیٹے ہیں۔ ااسمان دنیا پر دو نہریں بہتی ہیں آپ ﷺ نے پوچھا اے جبریل یہ نہریں کیسی ہیں؟ جواب دیا کہ یہ نیل اور فرات کا منبع ہے۔ پھر آگے چلے تو آسمان پر ایک اور نہر تھی، جس پر موتی اور زبرجد کے مکانات بنے ہوئے تھے اس پر ہاتھ مارا تو وہ مشک تھی۔ فرمایا: اے جبریل یہ کیا ہے؟ کہا: یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کیلئے رکھ چھوڑی ہے۔ پھر دوسرے آسمان کی طرف گئے، فرشتوں نے اسی طرح کہا جیسے پہلے آسمان پر کہا تھا کہ کون ہے؟ کہا: جبریل، پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا: جی ہاں۔ انہوں نے کہا خوش آمدید۔ پھر تیسرے آسمان کی طرف چڑھے، فرشتوں نے اسی طرح کہا: جیسے پہلے اور دوسرے آسمان پر کہا تھا۔ پھر چوتھے آسمان کی طرف گئے اور فرشتوں نے اسی طرح کہا۔ پھر پانچویں آسمان کی طرف چڑھے اور وہاں بھی اسی طرح کہا گیا۔ پھر چھٹے آسمان کی طرف بلند ہوئے تو وہاں بھی اسی کی مثل معاملہ ہوا۔ پھر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور وہاں بھی اسی طرح کہا گیا۔ ہر آسمان پر انبیاء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں جن کے آپ نے نام بھی بتائے اور مجھے ان میں سے یہ نام یاد رہے ہیں۔ حضرت ادریس دوسرے آسمان پر، حضرت ہارون چوتھے آسمان پر، پانچویں آسمان والے کا نام مجھے یاد نہیں رہا، چھٹے پر حضرت ابراہیم اور اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی

فضیلت کے باعث ساتویں پر حضرت موسیٰ علیہ وعلیہم السلام ملے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض گزار ہوئے، میرے رب! مجھے گمان نہ تھا کہ مجھ سے اوپر بھی کسی کو پہنچایا جائے گا۔ (حضور ﷺ نے فرمایا:) پھر مجھے اس سے اوپر لے جایا گیا جس کے بارے میں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ کا مقام آ گیا۔ پھر اللہ رب العزت سے قریب ہوا پھر اور قریب ہوا یہاں تک کہ اس سے دو کمان کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو چاہی وحی فرمائی اور ان میں آپ ﷺ کی امت پر دن رات میں پچاس نمازوں کی وحی فرمائی گئی۔ پھر نیچے اترے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روک کر پوچھا۔ اے محمد ﷺ! آپ کے رب نے آپ سے کیا عہد لیا؟ فرمایا مجھ سے روزانہ پچاس نمازوں کا عہد لیا گیا، کہا: آپ کی امت سے یہ سب نہیں ہو سکے گا لہذا واپس جایئے اور اس میں اپنے رب سے کمی کا سوال کیجئے۔ پس نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل کی طرف دیکھا گویا کہ آپ ان سے مشورہ فرما رہے تھے، حضرت جبریل نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ضرور ایسا ہی کریں۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ (۱۰)

---

(۱۰)...... صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی قولہ تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما، حدیث نمبر: ۷۵۱۷

حدیث نمبر۴:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دریں اثناء کہ میں سویا ہوا تھا، جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ دیا، میں اٹھ کر ایک درخت کی جانب چل پڑا جس پر پرندوں کے دو گھونسلے سے بنے تھے۔ ایک میں جبریل بیٹھ گئے اور دوسرے میں میں بیٹھ گیا۔ وہ درخت اس قدر پھلا پھولا اور بلند ہوا کہ اس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا۔ میں اپنی نظر ادھر ادھر دوڑا رہا تھا، اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا۔ میں نے جبریل کو دیکھا کہ وہ مرقع عجز و نیاز بنے بیٹھے تھے اس سے میں جان گیا کہ انہیں معرفت الٰہی میں مجھ پر برتری حاصل ہے۔ میرے لئے آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا تو میں نے ایک عظیم الشان نور دیکھا اور حجاب کے اس پار موتی اور یاقوت کی مسند دکھائی دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی جو اس کی مشیت میں تھی۔ (۱۱)

حدیث نمبر۵:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جب حضرت جبریل، رسول کریم ﷺ کے پاس براق لے کر آئے تو اس

(۱۱)...... کشف الاستار، جلد: ۱، صفحہ: ۴۷، حدیث نمبر: ۵۸، مجمع الزوائد، جلد: ۱، صفحہ: ۷۵ اور علامہ ہیثمی نے کہا: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ خصائص الکبریٰ، جلد: ۱، صفحہ: ۳۹۱

نے اپنے کان ہلائے، حضرت جبریل نے کہا: اے براق! رک جا، اللہ کی قسم آپ ﷺ کی مثل کوئی تجھ پر سوار نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ شب معراج عازم سفر ہوئے تو سڑک کے کنارے ایک بڑھیا کو دیکھا تو پوچھا اے جبریل یہ کون ہے؟ عرض کیا: حضور آپ چلتے جایئے۔ آپ ﷺ چلتے رہے جتنا اللہ نے چاہا، اچانک آپ ﷺ نے سنا کہ راستے سے ہٹ کر کوئی چیز آپ کو بلا رہی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور چلتے جایئے۔ آپ ﷺ نے سفر جاری رکھا جتنا اللہ نے چاہا تو آپ کو مخلوق خدا میں سے ایک مخلوق ملی جو یہ کہہ کر محبتیں نچھاور کر رہی تھی "السلام علیک یا اول ...... السلام علیک یا آخر ...... السلام علیک حاشر" جبریل نے عرض کیا: حضور ان کے سلام کا جواب دیجئے تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر دوسری اور تیسری مرتبہ بھی اسی مخلوق سے ملاقات ہوئی اور اسی طرح کا واقعہ ہوا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ بیت المقدس پہنچ گئے۔ آپ کیلئے پانی، شراب اور دودھ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے دودھ لے لیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: آپ ﷺ نے فطرت کو پالیا ہے۔ اگر آپ پانی کو نوش فرما لیتے تو غرق ہو جاتے اور آپ کی امت بھی غرق ہو جاتی اور اگر آپ شربت پی لیتے تو آپ اور آپ کی امت گمراہ ہو جاتے۔ پھر حضرت آدم اور آپ کے بعد آنے والے تمام انبیاء کرام کو آپ ﷺ کی خاطر جمع کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس رات ان کی امامت کروائی۔ پھر حضرت جبریل نے کہا: وہ عورت جسے آپ نے

نے ان کے پاس جا کر سلام کیا، انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے ہم خوبرو اور نیک سیرت ہیں اور ان نیک وکاروں کی بیویاں ہیں جو پاکیزہ ہیں اور ان کا دامن آلودہ نہیں جو ہمارے ہاں مقیم رہیں گے۔ اور کبھی کوچ نہیں کریں گے اور جنہیں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ملے گی اور وہ کبھی نہیں مریں گے۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے۔ موذن نے اذان کہی اور تکبیر ہوئی ہم صفیں باندھے امام کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا چنانچہ میں نے ان کی امامت کروائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کیا آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ کن لوگوں نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے کہ آپ کی اقتدا میں ہر اس نبی نے نماز ادا کی جسے اللہ تعالیٰ نے معبوث فرمایا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام میرا ہاتھ پکڑ کے آسمان کی طرف لے گئے دروازے تک پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا آسمان کے فرشتوں نے پوچھا تم کون ہو؟ فرمایا میں جبرائیل علیہ السلام ہوں پوچھنے لگے آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد ﷺ پوچھنے لگے کہ کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں! چنانچہ انہوں نے دروازہ کھول دیا اور کہنے لگے ہم آپ کو اور آپ کے ساتھ آنے والے کو خوش آمدید کہتے ہیں جب آسمان پر متمکن ہوئے تو وہاں حضرت آدم علیہ

السلام سے ملاقات ہوئی جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ کیا آپ اپنے باپ آدم علیہ السلام کو سلام نہیں کریں گے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! چنانچہ میں آپ علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا انھون نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہنے لگے خوش آمدید میرے صالح فرزند اور صالح نبی۔ پھر دوسرے آسمان کا دروازہ کھلوانے پر فرشتوں نے پوچھا کہ کون؟ فرمایا جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد ﷺ کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں! چنانچہ انہوں نے دروازہ کھول دیا اور مرحبا کہتے ہوئے آپ کا استقبال کیا۔ یہاں حضرت عیسیٰ اور ان کے خالہ زاد بھائی یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تیسرے آسمان پر بھی یہ ہی سوال وجواب ہوئے۔ یہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہر آسمان پر حضرت جبرائیل علیہ السلام اور فرشتوں کے درمیان یہ ہی مکالمہ ہوا چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پانچویں ہر حضرت ہارون علیہ السلام سے اور چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ کیا آپ اپنے باپ ابراہیم علیہ اسلام کو سلام نہیں کریں گے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! چنانچہ میں آپ کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور خوش آمدید اے صالح نبی اور مرحبا اے فرزند دلبند کہ کلمات سے نوازا اور پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان کے اوپر لے گئے ایک نہر

پر پہنچے جس کے جام موتی یاقوت اور زمرد کے اور سبز رنگ کے نہایت ہی تر و تازہ پرندے تھے میں نے کہا اے جبرائیل علیہ السلام یہ پرندے بہت تازہ اور نفیس ہیں انہوں نے جواب دیا کہ انہیں کھانے والے ان سے بھی عمدہ ہیں پھر انہوں نے پوچھا اے محمد ﷺ جانتے ہو کہ یہ نہر کونسی ہے؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا یہ کوثر ہے جو اللہ تعالی نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس میں سونے اور چاندی کہ جام ہیں یہ نہر یاقوت اور زمرد کی چھوٹی چھوٹی کنکریوں پر رواں ہے۔ اس کا پانی دودھ سے بھی زیادہ سفید ہے۔ میں نے سونے کا ایک جام لیا اور اس پانی سے بھر کر پیا تو یہ مجھے شہد سے زیادہ شیریں اور کستوری سے زیادہ خوشبودار محسوس ہوا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ میں ایک درخت تک پہنچا وہاں ہر رنگ کے ابر نے مجھے ڈھانپ لیا جبرائیل علیہ السلام نے مجھے چھوڑ دیا میں اللہ تعالی کے حضور سجدہ ریز ہو گیا اللہ تعالی نے مجھے فرمایا اے محمد ﷺ میں نے زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سے تم پر اور تمہاری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دی ہیں اس لئے آپ اور آپ کی امت ان کی پابندی کریں پھر بادل مجھ سے چھٹ گیا جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا میں تیزی سے چلتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا انہوں نے مجھے کوئی بات نہ کہی پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا اے محمد کیا بنا کر آئے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میرے رب نے مجھ پر اور میری امت

پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔انہوں نے کہا کہ یہ نہ آپ کے بس کی بات ہے اور نہ آپ ﷺ کی امت کے ،اپنے رب کے پاس جائیے اور کمی کا سوال کیجئے۔ چنانچہ میں تیزی سے لوٹ کر درخت کے پاس آیا تو مجھے ایک بادل نے ڈھانپ لیا ۔جبریل علیہ السلام مجھے چھوڑ آئے اور میں بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گیا ،میں نے عرض کی: اے میرے رب !تو نے مجھ پر اور میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں اس کی نہ مجھ میں استطاعت ہے اور نہ میری امت میں، لہذا تخفیف فرمائے۔اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں نے دس منہا کر دیں۔ پھر بادل مجھ سے چھٹ گیا اور جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ میں جلدی سے پلٹا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے کچھ نہ کہا۔پھر جب حضرت موسی علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ میں نے جواب دیا کہ میرے رب نے دس کی کمی کر دی ہے کہنے لگے کہ چالیس نمازیں نہ آپ پڑھ سکتے ہیں اور نہ آپ کی امت ،اس لیے رب تعالی کی جناب میں لوٹ کر جائیں اور مزید تخفیف کی التجا کریں۔اسی طرح بار بار چکر لگانے سے پانچ نمازیں رہ گئیں۔پڑھنے میں پانچ اور ثواب میں پچاس۔موسی علیہ السلام نے تو مزید تخفیف کے حصول کے لیے کہا لیکن میں نے جواب دیا کہ اب مجھے اللہ تعالی سے حیا آتی ہے۔پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر نیچے اتر آئے۔ میں نے جبرئل علیہ السلام سے پوچھا کہ میں جس آسمان پر گیا وہاں کے فرشتوں نے مجھے خوش

آمدید کہا اور مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا بجز ایک فرشتہ کے۔ میں نے اسلام کیا۔اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے خوش آمدید بھی کہا لیکن میری آمد پر مسکرایا نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہ وہ جہنم کا دراوغہ مالک ہے۔اپنی پیدائش سے لیکر آج تک وہ نہیں ہنسا۔اگر اسے مسکرانا ہوتا تو آپ کی امد پر ضرور مسکراتا۔ بعدازاں آپ سوار ہو کر واپس چل پڑے۔دوران سفر آپ کا گزار قریش کے ایک قافلے سے ہو جس پر غلہ لدا ہو تھا،ان میں سے ایک اونٹ پر دو بورے تھے ،ایک سیاہ اور دوسرا سفید۔ جب آپ ﷺ انٹوں کے اس قافلے سے گزرے تو یہ بدک کر گھوما جس کی وجہ سے یہ اونٹ گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔پھر آپ سفر کرتے کرتے واپس پہنچ گئے۔صبح ہوئی تو آپ نے لوگوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔قریش نے جب یہ بات سنی تو بھاگم بھاگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں کہنے لگے کیا تم نے اپنے ساتھی کی بات سنی جن کا یہ دعوی ہے کہ انہوں نے آج کی رات ایک مہینے کا سفر طے کیا اور اسی رات واپس لوٹ آئے۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو واقعی آپ ﷺ سچے ہیں، ہم تو اس سے بڑی اور بعید بات میں کہ آپ ﷺ تک آسمان کی خبریں پہنچتی ہیں، آپ ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں۔مشرکین رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگے کہ آپ اپنے دعوے کی کوئی دلیل اور نشانی پیش کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں فلاں فلاں جگہ قریش کے قافلے کے پاس سے گزرا۔قافلے کے اونٹ

ہمیں دیکھ کر بدکے اور گھومے، ان میں سے ایک اونٹ پر ایک سیاہ اور ایک سفید دو بورے لدے ہوئے تھے، وہ نیچے گرا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، جب قافلہ واپس پہنچا تو انہوں نے قافلے والوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بالکل وہی بات بتائی جو رسول اللہ ﷺ انہیں پہلے بتا چکے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس تصدیق کے باعث حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب دیا گیا۔ پھر لوگ آپ سے پوچھنے لگے کہ کیا حاضرین میں آپ کے ساتھ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام بھی تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ وہ کہنے لگے پھر ان کا حلیہ بیان کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، موسیٰ گندمی رنگ کے ہیں جیسے ازدمان کے لوگ ہوتے ہیں اور عیسیٰ موزوں ساخت، درمیانے قد والے اور سرخی مائل رنگ کے ہیں، گویا ان کے بالوں سے موتی لڑھک رہے ہیں۔ اس سیاق میں بھی عجائب وغرائب ہیں۔ (۱۳)

حدیث نمبر ۷:

حضرت مالک بن صعصعہ بیان کرتے ہیں بے شک نبی ﷺ نے انہیں لیلۃ الاسراء کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میں حطیم کعبہ میں تھا اور کبھی یہ فرماتے کہ میں حجر اسود کے پاس پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا اچانک ایک آنیوالا آیا اس نے میرا سینہ چیرا (راوی کہتے ہیں) میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا اس شخص نے میرا یہاں سے یہاں تک سینہ چاک کیا، میں

(۱۳)...... تفسیر ابن کثیر، جلد: ۵، صفحہ: ۱۱۔۱۳، الخصائص الکبریٰ، جلد: ۱، صفحہ: ۳۸۳۔۳۸۷

نے جارود کو کہا جو کہ میرے قریب ہی بیٹھے تھے اس کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے کہا حلق کے نیچے سے پیٹ کے نیچے تک اور میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا سینہ کے درمیان سے پیٹ کے نیچے تک۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں اس نے میرا دل نکالا پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا میرے دل کو دھویا گیا۔ پھر اسے واپس رکھ دیا گیا پھر ایک چوپایہ لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا سفید رنگ کا ان سے جارود نے پوچھا کیا وہ براق تھا اے ابوحمزہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں وہ نظر کی انتہاء پر قدم رکھتا تھا مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرئیل امین علیہ السلام میرے ساتھ گئے یہاں تک کہ ہم آسمان دنیا پر پہنچ گئے حضرت جبرئیل امین نے دستک دی پوچھا گیا کون؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جبرئیل، پوچھا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ کہا محمد ﷺ پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے کہا ہاں کہا گیا اچھے آنیوالے کو خوش آمدید پس دروازہ کھول دیا گیا جب ہم داخل ہوئے تو وہاں پر حضرت آدم علیہ السلام تھے تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا یہ آپ ﷺ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے آپ ﷺ فرماتے ہیں میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید پھر ہم دوسرے آسمان کی طرف بڑھے دستک دی پوچھا کون؟ کہا جبرئیل، پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد ﷺ پوچھا گیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں، کہا گیا اچھے آنیوالے کو خوش آمدید اور دروازہ

کھول دیا گیا جب ہم داخل ہوئے تو وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے جو کہ خالہ زاد بھائی ہیں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا ان دونوں نے جواب دیا پھر ان دونوں نے کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف بڑھے دستک دی پوچھا گیا کون، فرمایا جبرئیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا، محمد ﷺ پوچھا گیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں، کہا گیا اچھے آنیوالے کو خوش آمدید اور دروازہ کھول دیا جب داخل ہوئے تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے حضرت جبرئیل امین نے فرمایا یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید پھر ہم چوتھے آسمان کی طرف بڑھے دستک دی پوچھا کون؟ کہا جبرئیل امین علیہ السلام، پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد ﷺ پوچھا گیا ان کو بلایا گیا ہیں؟ کہا ہاں، کہا گیا اچھے آنیوالے کو خوش آمدید اور دروازہ کھول دیا گیا، تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جبرئیل امین نے کہا یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید پھر ہم پانچویں آسمان کی طرف بڑھے، دستک دی پوچھا کون؟ کہا جبرئیل امین علیہ السلام ، پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد ﷺ پوچھا گیا

ان کو بلایا گیا ہیں؟ کہا ہاں، کہا گیا نیک آنیوالے کو خوش آمدید اور دروازہ کھول دیا
گیا وہاں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کہا یہ آپ کے بھائی
ہارون علیہ السلام ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا
پھر فرمایا نیک بھائی اور نیک نبی ﷺ کو خوش آمدید پھر ہم چھٹے آسمان کی طرف
بڑھے دستک دی پوچھا کون؟ کہا جبرئیل امین علیہ السلام، پوچھا آپ کے ساتھ
کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ پوچھا گیا ان کو بلایا گیا ہیں؟ کہا ہاں، کہا گیا نیک اور
صالح کو خوش آمدید اور دروازہ کھول دیا گیا وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
ملاقات ہوئی فرمایا یہ حضرت موسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا انہوں
نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا نیک نبی ﷺ کو خوش آمدید جب ہم آگے بڑھنے
لگے تو آپ علیہ السلام رونے لگے تو ان سے پوچھا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں تو
انہوں نے عرض کی مجھے اس بات پہ رونا آیا ہے کہ یہ نوجوان جسے میرے بعد
مبعوث کیا گیا ہے جنت میں اسکی امت کی کثرت میری امت سے کثرت ہوگی
؛ پھر ہم ساتویں آسمان کی طرف بڑھے دستک دی پوچھا کون؟ کہا جبرئیل امین علیہ
السلام، پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ؛ پوچھا گیا ان کو بلایا گیا ہیں؟
کہا ہاں کہا نیک اور صالح کو خوش آمدید اور دروازہ کھول دیا گیا جب ہم داخل
ہوئے تو وہاں حضرت ابراھیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت جبرئیل امین
علیہ السلام نے عرض کی یہ آپ ﷺ کے باپ حضرت ابراھیم علیہ السلام ہیں ان کو

سلام کیجئے میں نے انکو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر آپ علیہ السلام نے کہا نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید پھر ہم سدرہ المنتہیٰ پر پہنچ گئے وہاں ایک بیری کا درخت تھا جس کا پھل مٹکوں کی طرح اور پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے اور وہاں چار نہریں تھیں۔ دو نہریں باطن تھیں اور دو ظاہر تھیں تو میں نے کہا یہ کیا ہے اے جبرئیل، تو آپ نے عرض کی دو باطنی نہریں وہ جنت میں ہیں اور ظاہری نہریں دریائے نیل اور فرات ہیں پھر ہم بیت المعمور تک پہنچ گئے پھر میرے پاس، شراب، دودھ اور شہد کے برتن پیش کیے گئے تو میں نے دودھ والے برتن کو لے لیا تو عرض کی یہ فطرت ہے جس آپ ہیں اور آپ کی امت اسی پر ہو گی پھر مجھ پر ایک دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر لوٹ آیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے پوچھا آپ ﷺ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے تو میں نے کہا ایک دن میں پچاس نمازوں کا تو انہوں نے کہا آپ ﷺ کی امت ایک دن میں پچاس نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی اور تحقیق میں آپ ﷺ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور میں نے بنی اسرائیل پر بہت کوشش کی آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے میں لوٹ کر گیا تو دس نمازیں کم کر دیں گئیں میں لوٹ کر آیا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ویسا ہی کہا میں لوٹ کر گیا تو پھر دس کم کر دی گئیں پھر میں مجھے دس نمازیں کم کر دی گئیں پھر جب میں لوٹ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

پاس آیا تو انہوں نے ویسا ہی کہا میں لوٹ کر گیا تو مجھے ایک دن میں دس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے پھر انہوں نے ویسا ہی کہا پھر میں لوٹ کر گیا تو مجھے دن میں پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا پھر میں لوٹ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا آپ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے میں نے کہا پانچ نمازوں کا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا آپ کی امت دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی میں لوگوں کو آزما چکا ہوں اور میں نے بنی اسرائیل پر بہت کوشش کی آپ ﷺ اپنے رب کے پاس لوٹ کر جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اتنے سوال کر لیے کہ اب مجھے حیاء آتی ہے۔ جب میں آگے بڑھنے لگا تو ایک ندا دینے والے نے ندا دی اور فرمایا میں نے اپنے بندے سے تخفیف کر دی لیکن ان کو فرائض کا اجر پورا دوں گا۔ (۱۴)

حدیث نمبر ۸:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

دریں اثناء میں رات کے وقت مسجد حرام میں سو رہا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا۔ جاگ کر میں نے دیکھا تو مجھے کوئی چیز دیکھائی نہ دی، پس ایک سایہ سا اچانک نظر آیا تو میں نے اپنی نگاہ اس پر مرکوز کر

(۱۴)......مسند احمد، جلد:۴، صفحہ:۲۰۸۔۲۱۰، تفسیر بن کثیر، جلد:۵، صفحہ:۱۳۔۱۵

دی یہاں تک کہ میں مسجد حرام سے باہر آ گیا۔ یہاں کچھ کچھ خچر کے مشابہ ایک جانور پر نظر پڑی، حرکت کرتے ہوئے اور اوپر کو اٹھتے ہوئے کانوں والا تھا، اسے براق کہا جاتا ہے۔ مجھ سے پہلے انبیاء بھی اس پہ سواری کرتے رہے، تا حد نگاہ اس کا قدم پڑتا تھا میں اس پر سوار ہوا اور سفر کا آغاز ہوا دوران سفر کسی نے مجھے میری دائیں طرف سے تین بار بلایا کہ اے محمد ﷺ مجھے دیکھو میں تم سے سوال کرنا چاہتا ہوں لیکن میں نے اس نہ کوئی جواب دیا نہ اس کے پاس ٹھہرا۔ پھر چلتے چلتے مجھے بائیں طرف سے بلایا اے محمد ﷺ! میری طرف دیکھو میں تم سے سوال کرنا چاہتا ہوں لیکن میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور نہ ہی اس کے پاس ٹھہرا۔ پھر کچھ آگے پہنچے تو ایک عورت کو دیکھا جو بازو کھولے ہوئے تھی اور دنیا کی ہر زینت سے آراستہ تھی اس نے کہا اے محمد ﷺ! میری طرف دیکھیں میں آپ سے سوال کرنا چاہتی ہوں لیکن نہ میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچ گیا۔ میں نے اپنی سواری اس خلقہ کے ساتھ باندھ دی جس کے ساتھ انبیاء باندھا کرتے تھے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام میرے پاس دو برتن لائے ایک شراب کا اور دوسرا دودھ کا۔ میں نے دودھ پی لیا اور شراب کو ناپسند کیا۔ جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے آپ نے فطرت کو پالیا۔ اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی میں نے (خوش ہو کر) دو دفعہ تکبیر کہی پھر جبرائیل علیہ السلام مجھ سے پوچھنے لگے میں آپ کے چہرے پر فکر کے

آثار کیسے دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا میں جب محو سفر تھا میری دائیں طرف سے مجھے کسی نے بلایا تھا کہ اے محمد ﷺ! مجھے دیکھو، میں تم سے سوال کرنا چاہتا ہوں لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا۔ جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے کہ یہ یہود کا داعی تھا۔ اگر آپ اسے جواب دیتے تو اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی۔ پھر میں نے کہا دوران سفر مجھے کسی نے بائیں جانب سے بلایا کہ اے محمد ﷺ! مجھے دیکھو میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں لیکن میں نے نہ تو اس کی طرف توجہ دی اور نہ ہی اس کے پاس ٹھہرا۔ جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے کہ وہ انصاری کا داعی تھا اگر آپ اسے جواب دیتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی پھر میں نے بتایا کے سفر کرتے ہوئے میں نے ایک برہنہ بازو عورت دیکھی جو ہر زینت سے آراستہ تھی، وہ کہہ رہی تھی: کہ اے محمد ﷺ! مجھے دیکھو میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اس کے پاس قیام کیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کے وہ دنیا تھی اگر آپ ﷺ اسے جواب دیتے یا اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ پھر میں اور جبرائیل علیہ السلام دونوں بیت المقدس میں داخل ہوئے اور ہر ایک نے دو رکعتیں نماز ادا کی پھر میرے پاس معراج (سیڑھی) لائی گئی جس سے بنی آدم کی ارواح اوپر چڑھتی ہیں، معراج کو دیکھ تعجب کے باعث ہی آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں۔ میں اور جبرائیل علیہ السلام اوپر چڑھے

تو آسمان دنیا کے سردار اسماعیل نامی فرشتے سے ملاقات ہوئی جس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہیں جن میں سے ہر فرشتے کے ماتحت نوری لشکر کی تعداد ایک لاکھ فرشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ“ (۱۵) اور آپ کے رب کے لشکروں کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا۔ جبریل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھولنے کیلئے کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا: جبریل، پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد ﷺ، دریافت کیا گیا کہ کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں آدم علیہ السلام اپنی ہیئت پر ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی صورت پر پیدا فرمایا تھا۔ ان کے سامنے ان کی مومن اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں: پاک روح ہے اور نفس بھی پاک اس لئے اسے علیین میں لے جاؤ، پھر آپ پر آپ کی فاجر اولاد کی روحین پیش کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں: خبیث روح اور خبیث نفس، اسے سجین میں پھینک دو۔ کچھ آگے چلا تو میں نے چند دستر خوان دیکھے جن پر عمدہ بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے پڑے تھے لیکن کوئی ان کے قریب بھی نہیں آتا تھا۔ اور چند دوسرے دستر خوان دیکھے جن پر نہایت بد بودار سڑا ہوا گوشت تھا جسے لوگ کھا رہے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حرام کھاتے ہیں اور حلال کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر اور آگے بڑھا تو

(۱۵)......المدثر، آیت:۳۱

ایسے لوگ دیکھے جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں جیسے تھے، ان کے منہ پھاڑے جاتے اور ان کو یہ گوشت نگلنا پڑتا پھر یہی گوشت ان کے نیچے سے نکل جاتا، وہ اللہ کے حضور آہ وفغاں کر رہے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو ناحق یتیموں کا مال کھاتے تھے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠" (۱۶)

بے شک وہ لوگ جو ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ تو بس اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

پھر تھوڑی دیر چلا تو میں نے عورتیں دیکھیں جو اپنے پستانوں کے ساتھ لٹک رہی تھیں، میں نے ان کی چیخ وپکار سنی، جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ آپ کی امت کی زناکار عورتیں ہیں۔ پھر ذرا آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگوں کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح ہیں، جب بھی ان میں سے کوئی اٹھنے کی کوشش کرتا ہے تو گر پڑتا ہے اور کہتا ہے: یا اللہ قیامت قائم نہ کرنا۔ وہ آل فرعون کے رستہ پر ہیں، فرعونی جماعت آتی ہے اور انہیں روندتی ہوئی چلی جاتی ہے، وہ اللہ کی جناب میں آہ وزاری کرتے ہیں اور چیختے چلاتے ہیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کی امت کے

(۱۶)...... سورۃ النساء، آیت: ۱۰

سودخور ہیں۔

"اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ" (۱۷)

جولوگ سود کھایا کرتے ہیں، وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا وہ جسے شیطان نے چھوکر پاگل بنا دیا ہو۔

مزید آگے بڑھے تو کچھ لوگ دکھائی دیئے جن کے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کرانہیں کھلایا جاتا اوران میں سے ہر ایک کو کہا جاتا کھاؤ جس طرح تم اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے۔ میں نے جبرائیل سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا: یہ آپ کی امت کے عیب جو، غیبت اور نکتہ چینی کرنے والے لوگ ہیں۔ پھر ہم دوسرے آسمان کی طرف بلند ہوئے، وہاں میں مخلوق خدا میں سب سے زیادہ خوبرو شخص کو دیکھا جسے حسن میں لوگوں پر ایسی برتری حاصل ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر۔ میرے دریافت کرنے پر جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اوران کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ تیسرے آسمان پر پہنچے تو وہاں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی، ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ افراد تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں

(۱۷)......البقرۃ، آیت: ۲۷۵

نے سلام کا جواب دیا۔ پھر چوتھے آسمان کی طرف بلند ہوئے، وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہیں اللہ نے بلند مکان پر اٹھالیا ہے۔ میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پانچویں آسمان پر چڑھے تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کی آدھی داڑھی سفید تھی اور آدھی سیاہ اور لمبائی میں تقریباً ناف تک تھی۔ میرے دریافت کرنے پر جبریل نے بتایا کہ یہ اپنی قوم کے محبوب اور ہردلعزیز ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، گندمی رنگ اور بال بہت زیادہ۔ اگر ان پر قمیص ہو تو بال قمیص میں سے بھی گزر جائیں، وہ فرمانے لگے: ''لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سے زیادہ قدرومنزلت رکھتا ہوں حالانکہ یہ (حضور ﷺ) مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام رکھتے ہیں۔'' میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ موسیٰ بن عمران ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کی ایک جماعت ہے۔ میرے سلام کرنے پر انہوں نے بھی مجھے سلام کیا۔ پھر ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں میں نے اپنے باپ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کو دیکھا جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ آپ بہت ہی بہتر اور خوبصورت ہیں۔ میں نے ان کے متعلق دریافت کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا، یہ آپ کے باپ ابراہیم خلیل الرحمٰن ہیں اور ان کے

ساتھ ان کی قوم کے افراد ہیں ۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں نے اپنی امت کو دو حصوں میں تقسیم دیکھا، نصف نے کاغذ کی طرح سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور نصف کے کپڑے سیاہ تھے۔ میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور میرے ساتھ سفید کپڑوں والے بھی داخل ہو گئے، لیکن سیاہ کپڑے والے روک دیئے گئے، وہ بھی خیر پر۔ بیت المعمور میں ہم سب نے نماز پڑھی پھر وہاں سے نکل آئے۔ بیت معمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں، پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آتی۔ پھر مجھے سدرۃ المنتھیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔ اس کا ہر ہر پتہ اتنا بڑا ہے کہ میری اس امت کو ڈھانپ لے۔ اس میں سلسبیل نام کا ایک چشمہ جاری ہے جس سے دو نہریں نکلتی ہیں ایک نہر کوثر اور ایک نہر رحمت۔ میں نے اس میں غسل کیا تو میری اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دی گئیں۔ پھر مجھے جنت کی طرف اوپر لے جایا گیا، وہاں مجھے ایک حور ملی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں زید بن حارثہ کی ہوں ۔ وہاں میں نے ایسی نہریں دیکھیں جن کا پانی نہ گدلا ہوتا ہے اور نہ فاسد اور دودھ کی نہریں دیکھیں جن کا ذائقہ متغیر نہیں ہوتا، علاوہ ازیں پینے والوں کی لذت کیلئے شراب کی نہریں اور صاف شفاف شہد کی نہریں بھی دیکھیں۔ جنتی انار اتنے بڑے تھے جیسے ڈول اور پرندے ایسے گویا تمہارے بختی اونٹ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیکوکار بندوں کیلئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہ

کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر ان کا خیال گزرا۔ پھر میرے سامنے جہنم کو پیش کیا گیا، اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب، عذاب، ناراضگی اور انتقام عروج پر تھا۔ اگر اس میں پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو اسے بھی کھا جائے، پھر اسے میرے سامنے سے بند کر دیا گیا۔ بعدازاں مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا تو مجھے ڈھانپ لیا۔ میرے اور اس کے درمیان دو کمان کی مقدار بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے ہر پتے پر ایک فرشتہ اترا تھا۔ مجھ پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور فرمایا گیا کہ تمہارے لئے ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ اگر تم نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن نیکی نہ کر سکے تو تمہارے لئے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر اس پر عمل پیرا ہو گئے تو دس لکھی جائیں گی۔ اگر برائی کا ارادہ کیا لیکن اس کا ارتکاب نہ کیا تو کچھ بھی نہیں لکھا جائے گا اور اگر ارتکاب کر لیا تو صرف ایک ہی برائی کا اندراج ہوگا۔ پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کے رب نے کس چیز کا حکم دیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازوں کا۔ انہوں نے کہا واپس اپنے رب کی جناب میں جاؤ اور تخفیف کا سوال کرو، آپ ﷺ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی اور جب اس کی طاقت نہیں پائے گی تو نافرمانی کی مرتکب ہوگی۔ چنانچہ میں لوٹ کر اپنے رب کے حضور پہنچا اور عرض کی: اے پروردگار میری امت کیلئے تخفیف فرما کیونکہ وہ سب سے زیادہ کمزور امت ہے۔ تو میری گزارش پر اللہ تعالیٰ نے دس معاف کر کے چالیس نمازیں مقرر فرما دیں۔ بہر حال میں اپنے

رب اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چکر لگاتا رہا، ہر بار موسیٰ علیہ السلام پوچھتے کہ کیا حکم ہوا؟ اور پھر تخفیف کروانے کا مشورہ دیتے، میں بھی بار بار اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی درخواست پیش کرتا رہا یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار پھر تخفیف کروانے کیلئے واپس بھیجنا چاہا لیکن میں نے کہا کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔ صبح ہوئی تو مکہ شریف میں ان عجائبات کا ذکر کیا کہ میں آج کی شب بیت المقدس گیا اور پھر مجھے آسمانوں کی سیر کروائی گئی، وہاں میں نے یہ دیکھا۔ یہ سن کے ابوجہل لوگوں سے کہنے لگا کہ کیا تمہیں محمد (ﷺ) کی اس بات پر تعجب نہیں ہوتا؟ دعوی کرتے ہیں کہ وہ آج کی شب بیت المقدس گے پھر صبح کے وقت ہمارے پاس موجود تھے حالانکہ سواری کو مارتے پیٹتے بھی لے جائیں تو وہاں پہنچنے میں ایک مہینہ لگ جاتا ہے اور واپس لوٹتے ہوئے بھی ایک مہینہ۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ دو مہینے کی مسافت شب بھر میں طے ہو جائے۔ آپ ﷺ نے کفار کو قریش کے قافلے کے متعلق آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جاتے وقت اس قافلے کو فلاں جگہ دیکھا تھا اور وہ بدک گیا تھا۔ واپسی پر وہ مجھے عقبہ میں ملا، اس میں فلاں فلاں شخص ہے، ایسے ایسے ان کے اونٹ ہیں اور یہ یہ ان کا سامان ہے۔ یہ سن کے ابوجہل کہنے لگا کہ یہ بہت سی اشیاء کے متعلق ہمیں خبر دے رہے ہیں، دیکھیں سچ نکلتی ہیں یا نہیں۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ میں سب سے زیادہ بیت المقدس سے واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی عمارت

کیسی ہے، اسکی شکل وصورت کیسی ہے اور پہاڑ کے کس قدر قریب ہے۔ اگر محمد سچے ہوئے تو میں تمہیں آگاہ کر دوں گا اور اگر جھوٹے نکلے تو بتا دوں گا۔ وہ مشرک آیا اور آپ ﷺ سے کہنے لگا کہ میں بیت المقدس سے زیادہ واقف ہوں مجھے بتائیے کہ اس کی عمارت اور شکل وصورت کیسی ہے اور پہاڑ سے اس کی نزدیکی کتنی ہے؟ پس آپ ﷺ کے سامنے سے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے اور آپ اس طرح بیت المقدس کو دیکھنے لگے جس طرح ہم میں سے کوئی اپنے گھر کو دیکھتا ہے۔ آپ ﷺ فرمانے لگے کہ اس کی عمارت اس طرح ہے، اس کی شکل وصورت اور ہیئت یوں اور یہ پہاڑ سے اس قدر قریب ہے۔ اس مشرک نے کہا، آپ ﷺ نے بالکل سچ فرمایا۔ (۱۸)

حدیث نمبر ۹:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ساتھ حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے میکائیل سے کہا کہ آب زمزم کا ایک طشت میرے پاس لاؤ تا کہ میں ان کے دل کو پاک کر دوں اور ان کے سینے کو کھول دوں۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کا سینہ اور پیٹ چاک کیا اور اسے تین مرتبہ دھویا۔ تینوں بار حضرت میکائیل علیہ السلام آب زمزم

(۱۸)...... دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد: ۲، صفحہ: ۱۳۶۔۱۴۲، تفسیر ابن کثیر، جلد: ۵، صفحہ: ۲۰۔۲۳

کے تین طشت لائے، جبریل علیہ السلام نے آپ کے سینے کو کھول دیا اور ہر غیر مناسب چیز سے پاک کر کے اس میں علم، حلم، ایمان ا، ایقان اور اسلام بھر دیا اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی۔ پھر ایک گھوڑے پر بٹھا کر محو سفر ہوئے جس کا قدم تا حد نظر پڑتا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا جو ایک دن میں کھیتی کاشت کرتی ہے اور اسی دن کاٹ لیتی ہے، جونہی وہ اسے کاٹتے ہیں وہ فوراً پہلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: جبریل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ جبریل نے جواب دیا کہ یہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں جن کی نیکی کا اجر سات سو گنا تک بڑھتا ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ (☆)

اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ اور دے دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

پھر آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جن کے سر پتھروں کے ساتھ کچلے جا رہے تھے کچلے جانے کے بعد وہ پھر ویسے ہی ہو جاتے، اس عذاب سے ذرا بھی تاخیر نہ ہوتی۔ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر فرض نمازوں کے وقت بوجھل ہو جایا کرتے تھے۔

(☆)......سورۃ السباء، آیت:۳۹

پھر آپ ﷺ ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کے آگے اور پیچھے چیتھڑے لٹک رہے تھے، وہ اونٹوں اور جانوروں کی طرح چر رہے تھے اور کانٹے دار کڑوی جھاڑیاں، جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا بھی نہیں ہے۔ بعدازاں آپ ﷺ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا صاف گوشت تھا اور دوسری میں بدبودار خبیث کچا گوشت۔ یہ خبیث گوشت کھا رہے تھے اور پکے ہوئے عمدہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق پوچھا تو جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ مرد ہیں جن کے پاس حلال بیویاں تھیں لیکن یہ ان کو چھوڑ کر خبیث عورتوں کے پاس رات گزارتے اور وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال خاوندوں کو چھوڑ کر خبیث مردوں کے پاس رات گزارتی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے راستے میں ایک لکڑی دیکھی، جو کپڑا اس کے قریب آتا اسے پھاڑ دیتی اور جو چیزیں وہاں سے گزرتی اسے چاک کر دیتی۔ آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کی امت کے ایسے لوگوں کی مثال ہے جو رستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر اس آیت کی تلاوت کی:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَلَا تَصُدُّوْنَ ○

اور راستوں پر مت بیٹھا کرو کہ ڈرار ہے ہوتم (راہ گیروں کو) اور روک رہے ہو راہ خدا سے۔(☆)

پھر آپ ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس آئے جس نے لکڑیوں کا ایک بہت بڑا گٹھا بنا رکھا تھا لیکن اسے اٹھا نہیں سکتا تھا۔اس کے باوجود لکڑیوں میں اضافہ کئے جا رہا تھا۔

آپ ﷺ کی دریافت کرنے پر جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ کی امت کا وہ آدمی ہے جس کے ذمے لوگوں کی امانتیں اور حقوق ہیں،ان کی ادائیگی سے قاصر ہونے کے باوجود اس بوجھ میں اور اضافہ کر رہا ہے۔پھر آپ ﷺ ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچی سے کاٹے جا رہے تھے۔کٹنے کے فوراً بعد درست ہو جاتے ،اس کارروائی میں ذرا بھی سستی کا مظاہرہ نہ ہوتا۔جبریل علیہ السلام سے پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ فتنہ پرور خطباء ہیں۔بعد ازاں آپ ﷺ نے ایک چھوٹا پتھر دیکھا جس سے بہت بڑا بیل نکل رہا ہے بیل اسی جگہ واپس لوٹنا چاہتا ہے جہاں سے نکلا تھا لیکن وہ ایسا نہیں کرسکتا۔جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے؟انہوں نے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے جو بڑی بات منہ سے نکالتا ہے پھر اس پر نادم ہوتا ہے لیکن اسے لوٹانے پر قادر نہیں۔پھر آپ ﷺ ایک وادی پر پہنچے جہاں آپ نے پیاری پیاری خوشگوار ٹھنڈی

(☆)......سورۃ الاعراف،آیت:۸۶

ہوا اور کستوری کی خوشبو پائی اور ایک آواز سنی۔ اس کے متعلق جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ جنت کی آواز ہے، وہ کہہ رہی ہے اے میرے رب مجھ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا فرما، میرے بالا خانے، باریک ریشم، اطلس، نقش ونگار والے قالین، لؤلؤ، مرجان، سونا، چاندی، جام، پیالے، کٹورے، ڈونگے، چھاگل، شہد، پانی دودھ اور شراب بکثرت ہیں۔ اب مجھے وہ عطا فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرما رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا کہ مجھے مسلمان اور مومن مرد اور عورتیں تمہارے ہوئے جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے، نیک اعمال، میرے ساتھ انہوں نے کسی کو شریک نہ ٹھہرایا اور نہ ہی کسی کو میرا ہمسر بنایا، جو مجھ سے ڈرا وہ ہر خوف سے محفوظ رہتا ہے۔ جس نے مجھ سے سوال کیا، میں اسے عطا کرتا ہوں، جو مجھے قرض دیتا ہے، میں اسے اس کا بدلہ دیتا ہوں اور جو مجھ پر بھروسا کرتا ہے میں اسے کافی ہو جاتا ہوں۔ میں معبود حقیقی ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ مومن یقیناً دونوں جہانوں میں بامراد ہیں گے، اور اللہ تعالیٰ بہت بابرکت ہے جو سب سے بہتر خالق ہے۔ یہ سن کر جنت نے کہا اب میں خوش ہوگئی۔

پھر آپ ﷺ ایک وادی پر پہنچے جہاں سے نہایت بھیانک آواز اور خت بد بو آرہی تھی۔ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ بو اور آواز کیسی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے بتایا یہ جہنم کی آواز ہے، وہ کہہ رہا ہے کہ

میری زنجیریں، طوق، دہکتی ہوئی آگ، کھولتا ہوا پانی، کانٹے دار جھاڑیاں، پیپ اور دیگر قسم قسم کے عذاب بکثرت ہیں۔ میری گہرائی بہت زیادہ ہے اور آگ نہایت شدید۔ اب میرے ساتھ کیا ہوا اپنا وعدہ پورا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو ہر مشرک، کافر، خبیث، مرد اور عورت اور ہر اس جابر کا ٹھکانہ ہے جو قیامت پر ایمان نہیں لاتا۔ یہ سن کر جہنم نے کہا: اب میں خوش ہوگئی۔ بعد ازاں آپ ﷺ چلتے چلتے بیت المقدس پہنچ گئے۔ یہاں صخرہ کے پاس اپنی سواری کو باندھ دیا، پھر مسجد میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو فرشتوں نے جبریل سے پوچھا یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے بتایا: محمد ﷺ فرشتے پوچھنے لگے کہ کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ فرشتے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہنے لگے کہ اللہ تعالی آپ کی ایک بھائی اور خلیفہ کی حیثیت سے عمر دراز فرمائے، آپ نہایت اچھے بھائی، جلیل القدر خلیفے اور معزز مہمان ہیں۔ پھر آپ کی ملاقات انبیاء اکرام کی ارواح سے ہوئی۔ سب نے اپنے رب کی حمد و ثناء کی حضرت ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا، ملک عظیم عطاء فرمایا، مجھے ایسا اطاعت گزار امام بنایا کہ میری اقتداء کی جاتی ہے، مجھے آگ سے بچایا اور اسے میرے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کا حامل بنا دیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے ہوئے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے

اپنے ساتھ ہمکلامی کا شرف عطا فرمایا، میرے ہاتھوں آل فرعون کو ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو نجات دلائی اور میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عدل وانصاف کرتے ہیں، پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد وثنا کرتے ہوئے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہے جس نے مجھے عظیم بادشاہت سے نوازا، مجھے زبور کا علم عطا فرمایا، لوہا میرے لئے نرم کر دیا پہاڑوں اور پرندوں کو میرے لئے مسخر کر دیا کہ وہ بھی میرے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان کرتے اور مجھے حکمت اور مؤثر کلام سے سرفراز فرمایا ۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد وثناء کرتے ہوئے فرمایا: الحمد للہ، اللہ تعالی نے میری خاطر ہواؤں کو مسخر کر دیا شیاطین کو میرا اطاعت فرمان بنا دیا جو میری خواہش کے مطابق میرے لئے پختہ عمارتیں مجسمے، حوضوں جیسے بڑے بڑے لگن اور بھاری دیگیں بناتے جو چولہوں پر جمی رہتیں مجھے پرندوں کی بولیاں سکھائیں، ہر چیز میں مجھے فضیلت بخشی شیطانوں انسانوں اور جنوں کے لشکر میرے مطیع بنا دیئے، اپنے بہت سے بندوں کو اپنی فضیلت عطا فرمائی اور مجھے ایسا عظیم ملک عطا فرمایا جو میرے بعد کسی لائق نہیں اور سلطنت بھی اتنی عمدہ کہ جس میں کوئی حساب نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالی کی حمد وثناء کرتے ہوئیفرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا، مجھے آدم (علیہ السلام) کی مثل بنایا جسے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا کہ ہو جا اور وہ ہو گئے مجھے کتاب

وحکمت اورتورات وانجیل کا علم مرحمت فرمایا، مجھے یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ میں مٹی کا پرندہ بناتا، پھراس میں پھونک مارتا تو وہ اللہ کے اذن سے پرندہ بن کراڑنے لگتا، میں مادرزاداندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشتا اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا، اللہ تعالی نے مجھے اٹھالیا پاک صاف کر دیا مجھے اور میری والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی چناچہ شیطان کو ہم پر کوئی زور حاصل نہ تھا۔آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب اللہ تعالی کی حمدوثناء کر چکے اب میں اپنے رب کی حمدو ثناء کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جس نے مجھے رحمۃ اللعالمین کے مقام پر فائز کیا، تمام لوگوں کے لئے مجھے بشیر اورنذیر بنایا مجھ پر قرآن کریم نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے، میری امت کو سب سے افضل امت بنایا جسے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے پیدا کیا گیا اسے بہترین امت قرار دیتے ہوئے اول بھی ٹھہرایا اور آخر بھی، میرے لئے میراسینہ کھول دیا، میرے بوجھ کو مجھ سے دور کر دیا میرے لئے میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھے فاتح (آغاز کرنے والا) اور خاتم (ختم کرنے والا بنایا) بنایا۔ یہ سن کر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے انبیاء کرام سے فرمایا کہ انہیں خصوصیات کے باعث اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سب سے فضیلت عنایت کی ہے۔ابوجعفررازی کہتے ہیں کہ خاتم کا معنی ہے سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے اور فاتح کا معنی ہے روز قیامت شفاعت کا آغاز کرنے والے۔

پھر آپ ﷺ کے پاس تین سر بند برتن لائے گئے ،ایک میں پانی تھا ،اسے پینے کے لئے کہا گیا تو آپ ﷺ نے اس میں سے تھوڑا سا پی لیا، پھر دوسرا برتن پیش کیا گیا ،اس میں دودھ تھا ،اسے پینے کے لئے کہا گیا تو آپ ﷺ نے اس میں سے خوب سیر ہو کر پیا، پھر شراب سے بھرا ہوا برتن پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی خواہش نہیں ، میں سیر ہو چکا ہوں ۔ جبریل علیہ السلام کہنے لگے اسے آپ کی امت پر حرام قرار دے دیا جائے گا ،اگر آپ اس میں سے پی لیتے تو آپ کی امت میں سے بہت کم لوگ آپ کی پیروی کرتے ۔پھر جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو لے کر آسمان کی طرف چڑھے ،دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے بتایا: محمد ﷺ ۔ پوچھا گیا کہ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں ،تو فرشتے آپ ﷺ کو مرحبا کہتے ہوئے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بھائی اور خلیفہ کی حثیت سے عمر دراز عطا فرمائے ۔آپ کیا ہی اچھے بھائی ،جلیل القدر خلیفہ اور معزز مہمان ہیں !اسی وقت دروازہ کھول دیا گیا ،آپ ﷺ داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کے کامل تخلیق والے ایک شخص ہیں عام لوگوں کی طرح ان کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں ان کی دائیں طرف ایک دروازہ ہے جس سے عمدہ خوشبو مہک رہی ہے اور بائیں طرف ایک اور دروازہ ہے جہاں سے بدبو آ رہی ہے ۔جب وہ دائیں طرف والے دروازے کو دیکھتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں ،اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور جب

بائیں طرف والے دروازے کو دیکھتے ہیں تو غم واندوہ کا اظہار کرتے ہوئے رو دیتے ہیں، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کامل خلقت والے کون بزرگ ہیں جن کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں ارو یہ دونوں دروازے کیسے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، ان کی دائیں طرف جنت کو دروازہ ہے اور، جب وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو جنت میں داخل ہوئے دیکھتے ہیں، تو ہنستے اور مسرور ہو جاتے ہیں اور ان کی بائیں جانب جہنم کا دروازہ ہے جب اپنی ذریت میں سے کسی کو اس دروازے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں، تو غمزدہ ہو کر رو دیتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو لے کر دوسرے آسمان تک پہنچے وہاں کے فرشتوں کے ساتھ بھی وہ ہی سوال و جواب ہوئے جو پہلے آسمان کے فرشتوں کے ساتھ ہوئے تھے اور ان کی طرح ان آسمان کے فرشتوں نے بھی آپ کو خوش آمدید کہا۔ تیسرے آسمان میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے دونو جوان دیکھے، جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ دونوں نو جوان کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہ دونوں خالہ زاد عیسیٰ ابن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہما اسلام ہیں۔ تیسرے آسمان پر بلکہ ہر آسمان پر فرشتوں کے ساتھ مذکورہ گفتگو اور سوال جواب ہوئے، یہاں آپ نے ایک ایسی شخصیت دیکھی جنہیں حسن و جمال میں لوگوں پر وہی فضیلت حاصل تھی جو چودھویں کے چاند کو باقی تمام ستاروں پر۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق دریافت کیا تو جبریل

علیہ السلام نے بتایا یہ آپ کے بھائی یوسف علیہ السلام ہیں۔ چوتھے آسمان پر ایک شخص کو دیکھا، دریافت کرنے پر جبریل علیہ السلام نے فرمایا حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مقام پر اٹھالیا۔ پانچویں آسمان پر داخل ہوئے تو وہاں آپ نے ایک آدمی کو دیکھا، ان کے اردگرد کچھ لوگ بیٹھے ان سے باتیں کررہے تھے۔ جبریل علیہ السلام سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ ہر دلعزیز ہارون علیہ السلام ہیں اور ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ بنی اسرائیل ہیں۔ چھٹے آسمان پر ایک صاحب کے پاس سے آپ کا گزر ہوا، ان سے آپ تجاوز کرنے لگے تو وہ رو دیئے۔ جبریل علیہ السلام نے پوچھنے پر بتایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ۔آپ ﷺ نے ان کے رونے کی وجہ پوچھی تو جبریل علیہ السلام نے بتایا: موسیٰ علیہ السلام یہ فرماتے کہ بنی اسرائیل کا میرے متعلق یہ خیال ہے کہ وہ اولاد آدم میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہوں، لیکن اولاد آدم میں سے یہ شخص ہیں جو دنیا میں میرے بعد تشریف لائے ہیں اور میں آخرت میں ہوں، اور اگر صرف یہی ہوتے تو مجھے کوئی پروا نہ تھی لیکن ہر نبی کے ساتھ اس کی امت ہے۔ ساتویں آسمان پر داخل ہوئے تو وہاں آپ نے دیکھا کہ جنت کے دروازے کے پاس کرسی پر سیاہ سفید بالوں والے ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے اردگرد کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں سے بعض کے چہرے نہایت سفید اور روشن ہیں اور بعض کے چہروں اور رنگوں میں خفیف سی سیاہی ہے۔ یہ مؤخر الذکر لوگ اٹھے اور

ایک نہر میں کود گئے، اس میں غسل کرنے کے باعث ان کے رنگ کچھ صاف ہو گئے۔ پھر ایک اور نہر میں داخل ہوئے، غسل کیا تو ان کی رنگت کچھ نکھر آئی۔ پھر ایک اور نہر میں داخل ہو کر غسل کیا، باہر نکلے تو ان کے رنگ بالکل صاف اور چہرے روشن ہو چکے تھے۔ اب یہ بھی اپنے ساتھیوں جیسے دکھائی دیتے تھے، اب یہ بھی اپنے دوستوں کے ساتھ آ بیٹھے۔ دریافت کرنے پر جبریل علیہ السلام نے بتایا: کہ کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص آپ ﷺ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور سب سے پہلے روئے زمین پر آپ کے بال سفید ہوئے۔ سفید رنگ اور روشن چہرے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔ اور جن کی رنگت میں کچھ سیاہی سی تھی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیکیوں کے ساتھ برائیوں کا بھی ارتکاب کیا لیکن توبہ کر لینے کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم فرمایا۔ جہاں تک نہروں کا تعلق ہے تو ان میں سے پہلی نہر رحمت اللہ ہے، دوسری نعمت اللہ اور تیسری شراب طہور کی نہر۔ ازاں بعد آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہاں بس وہ شخص پہنچتا ہے جو آپ ﷺ کی سنت پر کاربند رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ سدرہ کے اس درخت کی جڑوں سے پاکیزہ پانی، ناقابل تغیر تازہ دودھ، لذت آوار شراب اور خالص شہد کی نہریں پھوٹ رہی تھیں۔ سدرہ ایسا درخت ہے جس کے سائے کو ایک سوار ستر سال کے سفر کے باوجود بھی طے نہیں کر سکتا۔ اس کا ایک پتہ ایک پوری امت کو ڈھانپ

لے، اللہ تعالیٰ کا نور اس پر چھایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے باعث فرشتے پرندوں کی طرح سدرہ کو چھپائے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے گفتگو کی اور فرمایا کہ مجھ سے مانگو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے میرے رب تو نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور انہیں ملک عظیم سے نوازا، موسیٰ کو ہمکلامی کا شرف بخشا، داؤد کو عظیم بادشاہت مرحمت فرمائی، ان کیلئے لوہے کو نرم کر دیا اور پہاڑ ان کیلئے مسخر کر دیئے، تو نے سلیمان کو سلطنت عطا کی، جن، انسان اور شیاطین ان کے تابع بنا دیئے، ہوائیں ان کیلئے مسخر کر دیں اور انہیں ایسی سلطنت ارزانی فرمائی جو ان کے بعد کسی کو لائق نہیں اور تو نے عیسیٰ کو تورات اور انجیل کا علم دیا اور انہیں یہ قوت دی کہ وہ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشتے اور تیرے اذن سے مردوں کو زندہ کر دیتے اور تو نے انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی، چنانچہ شیطان کو ان پر کوئی زور حاصل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے آپ ﷺ کو خلیل بنایا، تورات میں آپ ﷺ کا نام ''خلیل الرحمٰن'' ہے۔ میں نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، میں نے آپ کیلئے آپ ﷺ کے سینے کو کھول دیا، آپ ﷺ سے آپ کے بوجھ کو اتار دیا، آپ کیلئے آپ کے ذکر کو بلند کیا، جب بھی میرا ذکر کیا جائے، میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے، میں نے آپ کی امت کو سب امتوں سے افضل بنایا اور اسے امت وسط ٹھہرایا، آپ ﷺ کی امت ہی اول و آخر ہے، ان کا خطبہ اس وقت

تک جائز نہیں جب تک وہ یہ گواہی نہ دے لیں کہ آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کی امت میں سے ایسے لوگ پیدا کیے جن کے دل ان کی کتابیں ہیں، میں نے انبیاء میں سب سے پہلے آپ کو پیدا کیا اور سب سے آخر میں بھیجا اور فیصلہ کے لحاظ سے بھی آپ اول ہیں، میں آپ ﷺ کو ایسی سات آیتیں دی جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اور یہ پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں، میں نے آپ کو عرش تلے خزانوں میں سے سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں مرحمت فرمائیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیں، میں نے آپ کو کوثر سے نوازا میں نے آپ کو آٹھ حصے ارزانی فرمائے، اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، رمضان کے روزے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اور میں نے آپ کو فاتح اور خاتم بنایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی، اس نے مجھے آغاز کلام اور اختتام کلام کی خوبیوں سے نوازا، جامع کلمات عطا فرمائے، مجھے تمام لوگوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، ایک ماہ کی مسافت پر دشمنوں کے دلوں میں میرا رعب ڈال دیا، میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا، حالانکہ مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہ تھا، اور مرے لئے زمین کو باعث طہارت اور مسجد بنا دیا۔ آپ ﷺ پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں، واپس لوٹے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ ﷺ کی امت کمزور ہے اور پھر مجھے تو بنی اسرائیل کی مخالفت اور شدت کا سامنا بھی ہو چکا ہے اس لئے آپ

ﷺ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر تخفیف کا سوال کیجئے۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر بار بار چکر لگانے سے اللہ تعالیٰ دس دس نمازوں کی کمی کرتا رہا ۔ آخر کار پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اب موسیٰ علیہ السلام کے کہنے کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اب حیا دامن گیر ہے، طلب تخفیف کیلئے اب نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ سے فرمایا گیا، یہ بظاہر پانچ نمازیں ہیں جن کی پابندی کا آپ نے عزم کیا ہے لیکن ثواب پچاس کا ملے گا کیوں ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ حضور ﷺ نے یہ مژدہ سنا تو بہت مسرور اور راضی ہو گئے۔ آپ ﷺ جاتے ہوئے جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تھے تو ان کے لہجے میں شدت اور تلخی تھی لیکن واپس لوٹتے وقت انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نہایت نرمی اور خیر خواہی کا اظہار کیا۔ (۱۹)

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت ابوظبیان الجنبی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرات ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود اور محمد بن سعد بن ابی وقاص کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ محمد بن سعد، ابو عبیدہ سے کہنے لگے کہ معراج کی بابت جو کچھ آپ نے اپنے والد محترم سے سنا ہے ، ہمیں بھی بتائیے۔ ابوعبیدہ نے کہا نہیں، بلکہ آپ اپنے والد سے سنی ہوئی حدیث

(۱۹)...... دلائل النبوۃ، جلد: ۲، صفحہ: ۱۴۳، تفسیر طبری، جلد: ۱۵، صفحہ: ۶، تفسیر ابن کثیر، جلد: ۵، صفحہ: ۳۶، الدر المنثور، جلد: ۴، صفحہ: ۱۴۴

سے ہمیں آگاہ کریں۔ محمد بن سعد کہنے لگے، اگر آپ مجھ سے پہلے سوال کرتے تو میں ضرور بتاتا۔ چنانچہ ابو عبیدہ اپنے والد محترم سے سنی ہوئی روایت بیان کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جبریل میرے پاس سواری کا جانور لائے جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس پر انہوں نے مجھے سوار کروایا، پھر وہ (براق) ہمیں لے کر چلا، جب وہ کسی اونچائی پر چڑھتا تو اس کی ٹانگیں ہاتھوں کے برابر ہو جاتیں اور جب نیچے کی طرف اترتا تو اس کے ہاتھ، پاؤں کے برابر ہو جاتے۔ یہاں تک کہ ہم ایک طویل القامت، سیدھے بالوں والے اور گندمی رنگ کے آدمی کے پاس سے گزرے، وہ آدمی گویا ازدشنوءہ کے آدمیوں جیسا ہے، وہ آدمی بلند آواز میں کہہ رہا تھا "تو نے اس کی تکریم کی اور اسے فضیلت عطا فرمائی۔" ہم اس شخص کے پاس گئے اور اسلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور جبریل سے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبریل نے بتایا کہ یہ احمد (ﷺ) ہیں۔ وہ کہنے لگے مرحبا اے امی عربی نبی جنہوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ آگے بڑھے تو میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون تھے؟ انہوں نے جوا کہا: موسیٰ بن عمران۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس سے شکوہ کر رہے ہیں؟ جواب ملا کہ آپ کے بارے میں اپنے رب سے۔ میں نے کہا: اپنے رب کی جناب میں اور اس قدر اونچی آواز میں؟ جبریل علیہ السلام کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کو ان کی تیز

اور حدت معلوم ہے۔ پھر آگے بڑھے تو ہمارا گزر ایک درخت سے ہوا۔ اسکے پھل گویا چراغ ہیں۔ اس درخت کے نیچے ایک بزرگ اور ان کے بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اپنے رب ابراہیم علیہ السلام کی طرف چلئے۔ چنانچہ ہم ان کی طرف بڑھے، انہیں سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا اور جبریل علیہ السلام سے میری بابت پوچھنے لگے۔ جبریل نے بتایا کہ یہ آپ کے بیٹے احمد (ﷺ) ہیں۔ فرمانے لگے، خوش آمدید اے اُمی نبی جنہوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ اے بیٹے آپ آج کی شب اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں، آپ کی امت سب سے آخری اور کمزور امت ہے۔ اس لئے جس قدر ممکن ہو اپنی امت کیلئے آسانی حاصل کر لینا۔ پھر ہم سفر کرتے کرتے مسجد اقصیٰ پہنچ گئے۔ یہاں اتر کر میں نے سواری کو ایک حلقہ کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ انبیاء کرام باندھا کرتے تھے، پھر مسجد میں داخل ہو گیا۔ وہاں میں نے انبیاء کرام کو پہچان لیا، کوئی قیام میں ہے، کوئی رکوع میں اور کوئی سجدہ میں۔ پھر میرے پاس شہد اور دودھ کے دو جام لائے گئے۔ میں نے دودھ لے کر پی لیا۔ جبریل علیہ السلام نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا، رب محمد کی قسم آپ نے فطرت کو پالیا۔ پھر نماز کیلئے اقامت ہوئی تو میں نے انہیں امامت کروائی، پھر واپس لوٹ آئے۔ (۲۱)

(۲۱)......الخصائص الکبریٰ، جلد:۱، صفحہ:۴۰۴

حدیث نمبر ۱۱:

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کروائی گئی آپ میرے ہی گھر میں تھے، آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم لوگ بھی نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ جب فجر سے کچھ دیر قبل کا وقت ہوا تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو بیدار کیا، آپ ﷺ نے فجر کی نماز ادا کی اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے ام ہانی! بے شک میں نے تمہارے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی جیسا کہ تم نے اس جگہ پر دیکھا، پھر مجھے بیت المقدس لے جایا گیا اور میں نے وہاں نماز پڑھی۔ پھر میں نے صبح کی نماز تمہارے ساتھ ادا کی جیسا کہ تم لوگ مجھے اب دیکھ رہے ہو۔ (۲۲)

حدیث نمبر ۱۲:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس رات مجھے سیر کروائی گئی، اس رات میں جنت میں داخل ہوا تو جنتی

(۲۲)......السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد:۱، صفحہ:۳۹۳، الخصائص الکبریٰ، جلد:۱، صفحہ:۳۲۸۔۳۲۹

درختوں میں سے ایک درخت دیکھا جس جیسا خوبصورت اور حسین درخت اور کوئی نہ تھا اس کے پتوں جتنے سفید پتے اور اس کے پھلوں جیسا ذائقہ کسی اور درخت میں نہ تھا۔ میں نے اس کا پھل لے کر کھا لیا تو اس سے میری صلب میں ایک نطفہ پیدا ہوا۔ جب میں زمین پر اترا تو میں نے حضرت خدیجہ سے جماع کیا تو وہ فاطمہ سے حاملہ ہوئیں۔ اب جب میں جنت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو فاطمہ کی خ ﷺ شبو کو سونگھ لیتا ہوں۔ (۲۳)

حدیث نمبر ۱۳:

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ بن یمان کے پاس آیا تو وہ حدیث اسراء بیان کرتے ہوئے فرما رہے تھے:

'...... پھر ہم چلے حتی کہ بیت المقدس آ گئے، پس وہ دونوں (نبی کریم ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام) اس میں داخل نہ ہوئے، نہ رسول اللہ ﷺ نے وہاں نماز ادا کی یہ دونوں براق پر ہی بیٹھے رہے حتیٰ کہ ان کیلئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے۔ انہوں نے جنت، دوزخ اور آخرت کی وعید کو دیکھا۔ پھر وہ وہیں لوٹ آئے جہاں سے انہوں نے سفر کی ابتداء کی تھی۔ پھر حضرت حذیفہ مسکرائے حتی کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور فرمایا: تم لوگ بیان کرتے ہو کہ نبی کریم ﷺ نے وہاں (بیت المقدس میں) اپنی سواری کو باندھا کہ وہ فرار

(۲۳)...... الخصائص الکبری، جلد:۱، صفحہ:۴۳۷

نہ ہو جائے حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے عالم غیب و شہادت دونوں کو مسخر فرما دیا ہے۔ (تو ایک جانور آپ سے کیسے فرار اختیار کر سکتا ہے۔) (۲۴)

حدیث نمبر ۱۴:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ شب معراج کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جس رات مجھے معراج ہوئی اور صبح کے وقت میں واپس مکہ مکرمہ بھی پہنچ گیا تو مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ لوگ میری بات کو تسلیم نہیں کریں گے، اس لئے میں سب سے الگ تھلگ غمگین ہو کر بیٹھ گیا۔ اتفاقاً وہاں سے دشمن خدا ابوجہل کا گزر ہوا، تو وہ آکر نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھ گیا اور استہزائیہ انداز میں پوچھنے لگا کہ کیا آپ کے ساتھ کچھ ہو گیا ہے؟ فرمایا: ہاں، اس نے پوچھا کیا ہوا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آج کی رات مجھے سیر کرائی گئی ہے، ابوجہل نے پوچھا کس جگہ کی؟ فرمایا: بیت المقدس کی، اس نے کہا کہ پھر آپ صبح ہمارے درمیان واپس بھی پہنچ گئے؟ فرمایا: ہاں۔

ابوجہل نے نبی کریم ﷺ کی فوری طور پر تکذیب کرنا مناسب نہ سمجھا تاکہ اگر وہ قریش کو بلا کر لائے تو یہ اپنی بات سے پھر ہی نہ جائیں۔ وہ کہنے لگا: اگر

(۲۴)...... جامع ترمذی، کتاب التفسیر، حدیث نمبر: ۵۱۱۵، مسند احمد، جلد: ۵، صفحہ: ۳۸۷، تفسیر ابن کثیر، جلد: ۵، صفحہ: ۲۰

میں آپ کی قوم کو آپ کے پاس بلا کر لاؤں تو کیا آپ ان کے سامنے بھی یہ بات بیان کر سکیں گے؟ فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر اس نے آواز لگائی اے گروہِ بنو کعب بن لوئی! ابو جہل کی آواز پر لگی ہوئی مجلسیں ختم ہو گئیں اور سب لوگ ان دونوں کے پاس آ کر بیٹھ گئے، ابو جہل کہنے لگا: آپ نے جو بات مجھ سے بیان فرمائی ہے وہ اپنی قوم کے سامنے بھی بیان کر دیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے آج کی رات سیر کرائی گئی، لوگوں نے پوچھا کہاں کی؟ فرمایا: بیت المقدس کی، لوگوں نے کہا کہ پھر آپ صبح کے وقت ہمارے درمیان واپس بھی پہنچ گئے؟ فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر کوئی تالیاں بجانے لگا اور کوئی اپنے سر پر ہاتھ رکھنے لگا، کیونکہ ان کے خیال کے مطابق ایک جھوٹی بات پر انہیں تعجب ہو رہا تھا۔ پھر وہ کہنے لگا کیا آپ ہمارے سامنے مسجد اقصیٰ کی کیفیت بیان کر سکتے ہیں۔ دراصل اس وقت لوگوں میں ایک ایسا شخص موجود تھا جو وہاں کا سفر کر کے مسجد اقصیٰ کو دیکھے ہوئے تھا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

میں نے نے مسجد اقصیٰ کی کیفیت بیان کرنا شروع کی تو مسلسل بیان کرتا ہی چلا گیا، یہاں تک کہ ایک موقع پر مجھے کچھ التباس ہونے لگا تو مسجد اقصیٰ کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ مسجد اقصیٰ کو دار عقال یا دار عقیل کے پاس لا کر رکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ میں اسے دیکھتا جاتا اور بیان کرتا جاتا، اس میں کچھ چیزیں ایسی بھی تھیں جو میں پہلے یاد نہیں رکھ سکا تھا لوگ یہ سن کر کہنے لگے

کہ کیفیت تو بخدا انہوں نے صحیح بیان کی ہے۔(۲۵)

حضرت عروہ بن مسعود، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی تو صبح آپ ﷺ نے لوگوں میں اس کا بیان فرمایا۔ اس کی وجہ سے آپ پر ایمان والوں اور تصدیق کرنے والوں کی کثیر تعداد مرتد ہوئی گئی۔(۲۶)

❀❀❀❀❀❀❀❀

---

(۲۵)......المسند للامام احمد، جلد:۱، صفحہ:۳۰۹، امام ہیثمی نے کہا: احمد کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد، جلد:۱، صفحہ:۶۵)

(۲۶)......دلائل النبوۃ، جلد:۲، صفحہ:۱۱۲

فصل رابع :

احادیث کے الفاظ کی تشریح

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ''فُرِجَ سقف بیتی''

''فرج'' راء کی تخفیف کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے ''شق'' یعنی چیرنا، پھاڑنا، دور دور کرنا۔ اور راء کی تشدید کے ساتھ (فرج) کا معنیٰ ہے مبالغے کے ساتھ چیرنا۔ اس جملے کا معنیٰ ہے کہ فرشتے ایسے مقام سے داخل نہیں ہوئے جو چھت کا حصہ نہیں تھا، بلکہ وہ عین چھت کے درمیان سے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور چھت کو اس لئے چیرا گیا تا کہ آپ ﷺ کے دل میں اس بات کا صدق بیٹھ جائے جس کیلئے آپ ﷺ کو لے جانے آئے ہیں۔ (۲۷)

(۲۷)...... علامہ صالحی فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ فرشتے دروازے کی طرف سے کیوں نہیں داخل ہوئے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا'' گھروں میں دروازوں سے آؤ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مفاجات میں مبالغے کیلئے اور اس بات پر تنبیہ کیلئے تھا کہ کرامت اور استدعا عادت کیمطابق نہیں ہوتے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چھت کو چیر کر آپ ﷺ پر اس امر کو آسان کیا گیا ہو کہ عنقریب ﷺ کے سینے کو چیرا جائے گا۔ لہذا فرشتوں چھت کو چیر کر اور پھر دوبارا فوراً جوڑ کر دیکھایا کہ آپ ﷺ کے ساتھ بھی ایسا کیا جائے گا۔

(ملخصا سبل الھدیٰ والرشاد، جلد:۳، صفحہ:۱۳۶، تاج الابتھاج، صفحہ:۲۹)

اور نبی علیہ السلام کا قول "فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ فَفَرَجَ صَدْرِیْ"

ہم نے اسے بخاری کے حوالے سے "فرج" کی جگہ "فشق" روایت کیا ہے۔اور صحیحین کے حوالے سے "فشرح صدری" کے الفاظ بھی ذکر کیے ہیں۔اور ان تمام الفاظ کا معنی چیرنا اور وسعت دینا ہے۔

کہا جاتا ہے "شرح الله صدره" یعنی "وسعه بالبیان لذالك" یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان میں وسعت عطا فرمائی۔اور کہا جاتا ہے "شرحت الامر" یعنی میں نے بات کو خوب واضح کر دیا اور کھول دیا۔

نبی ﷺ کا فرمان "فافرغها"

کہا گیا ہے کہ اس میں تانیث کی ضمیر "طست" کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ وہ مونث ہے اور یہ لفظ فارسی سے عربی بنایا گیا ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر "طُسَیْسَة" آتی ہے اور جمع طساس اور طسوس آتی ہے۔علامہ عسکری نے تلخیص میں کہا کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے "دست" اور اس کی جمع دُسوس آتی ہے۔

البتہ حدیث ابوذر میں اسے مونث نہیں لایا گیا اس لیے کہ وہاں آپ ﷺ نے "ممتلیٔ" فرمایا ہے اور "ممتلئة" نہیں فرمایا، جس طرح کہ قتادہ کی حدیث میں ہے جو حضرت انس بن مالک اور مالک بن صعصعہ سے مروی ہے۔

اس میں آپ ﷺ نے فرمایا "فَاسْتُخْرِجَ قَلْبِیْ ثُمَّ اُتِیْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَب

مَمْلُوَّۃٍ اِیْمَانًا" میرا دل نکالا گیا پھر میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جو کہ ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس روایت میں طست کی صفت "مملؤۃ" ذکر کی گئی ہے۔

اور ھد بہ بن خالد کی حدیث جو انہوں نے ہمام کے واسطہ سے قتادہ سے روایت کی ہے، اس میں ہے "میرے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو کہ ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا" اس میں لفظ "ملائی" ہے۔ صحیح بخاری میں لفظ ہے "فأفرغہ" اور صحیح مسلم میں ہے "فأفرغھا" جیسا کہ طبرانی کی روایت میں ہے۔

"الطست" اسے طاء کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔

کسرہ کو ابن الانباری نے "کتاب التذ کیرو التانیث" میں ابوزید انصاری سے روایت کیا ہے، جو لغت میں ثقہ ہیں۔

ابو عمر کہتے ہیں "الطَّسۃ اور الطِّسۃ" دو لغتیں ہیں اس کا معنی ہے، طشت یعنی تھال۔ اور امام فراء کہتے ہیں اکثر کلام عرب میں "الطَّسَۃ" اور "الطس" کہا جاتا ہے "الطست" کا استعمال وزن شعری کے علاوہ سننے میں نہیں آیا۔

ذوالنسبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اے فراء! "الطست" ضرورت شعری کے علاوہ بھی سنا گیا ہے اور سب لعرب والعجم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جو صحیحین کے حوالے سے ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔

فراء نے شعر میں بیان کیا ہے:

أان رأيتِ هامتی کالطست جعلتِ ترمینی بقول بهتِ

اور ''طاست نفسہ'' کہا جاتا ہے جب چربی (یا چکنائی) کھانے سے طبیعت متغیر ہو جائے۔ اور الطاس شیشے کے وسیع برتن کو کہتے ہیں یہ حربی کا قول ہے۔ اور ''الطیس'' عدد کثیر کو کہا جاتا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ اس میں مؤنث کی ضمیر ''حکمت'' کی طرف لوٹتی ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ ایک ہی ضمیر دونوں (طست اور حکمت) کے لیے ہو اور ایک کے ذکر پر اکتفاء کیا ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا'' (۲۸) وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو ذخیرہ کر کے رکھتے ہیں اور اسے (راہِ خدا میں) خرچ نہیں کرتے۔ اس آیت میں پہلے دو چیزوں ''ذہب (سونا) اور فضہ (چاندی)'' کا ذکر ہے لیکن ''ينفقونها'' میں ''ها'' کی ضمیر واحد کی استعمال کی گئی ہے اور ''ينفقونهما'' نہیں کہا گیا۔ امام سیبویہ نے ''باب الفاعلین المفعولین'' میں قیس بن حطیم کے لیے شعر کہا ہے:

نحن بما عندنا وأنت بما عندك راض والرأی مختلف

ہم اس کے ساتھ جو ہمارے پاس ہے تو اس کے ساتھ جو تیرے پاس ہے راضی ہیں اور رائے مختلف ہے۔

اس شعر میں ''راض'' کہا ہے ''راضون'' نہیں کہا۔ اور شاعر اسلام حضرت

(۲۸)......سورۃ التوبۃ، آیت: ۳۴

حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان شرخ الشباب والشعر الاسود ما لم یعاص کان جنونا

جب تک انسان جوان اور کالے بالوں والا ہوتا ہے اسکی بات کو جنون سمجھا جاتا ہے۔ یہاں پر "مالم یعاص" کہا "مالم یعاصیا" نہیں کہا۔

نبی ﷺ کا فرمان "ثم اطبقه" یعنی پھر اسے سی دیا گیا۔

اور وہ چھپا دیا گیا جو غسل کے وقت آپ کے سینے سے ظاہر ہوا تھا۔ اور اسے پہلی حالت کی طرف لوٹا دیا اور ایسا ہی حضرت انس کی حدیث میں مذکور ہے جو کہ صحیح مسلم میں ہے: میں رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک میں چیر کا نشان دیکھا کرتا تھا۔

اور ملائکہ کا یہ قول "وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ؟" جو کہ حضرت ابوذر اور حضرت مالک بن صعصعہ وغیرہ کی روایت میں ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "قَدْ بُعِثَ اِلَیْهِ؟" کیا انہیں بلایا گیا ہے؟۔

یہ تمام جملے یعنی "وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ؟" اور "قَدْ بُعِثَ اِلَیْهِ؟" اس لیے تھے کہ آپ ﷺ کو آسمان کی معراج کرائی جائے جیسا کہ ان کے علم میں تھا کہ انہیں عنقریب معراج کرائی جائیگی۔ اور رہا مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کا معاملہ تو یہ ان پہ مخفی نہیں، یہ تو بہت مدت پہلے ہو چکا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے وہاں عاجزی کے ساتھ اپنے پر مارتے ہیں۔ اور ان کے پر مارنے سے ایسے آواز پیدا ہوتی جیسے پتھر پر زنجیر مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے جب کام کا اذن دے کر ان کی گھبراہٹ کو دور کر دیا جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا بات ارشاد فرمائی وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق فرمایا اور وہی بلند اور بڑائی والا ہے پس انکی گفتگو چوری کرنے والے شیطان سننے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس طرح اوپر تلے ہوتے ہیں سفیان راوی نے اپنی ہتھیلی کو موڑا اور اپنی انگلیوں کو اوپر نیچے جوڑ کر دکھایا اگر وہ ایک بات بھی سن پائیں تو فوراً اپنے سے نیچے والے کو بتا دیتے ہیں اور وہ اپنے سے نیچے والے کو یہاں تک وہ بات جادوگر اور کاہن تک آ پہنچتی ہے بعض اوقات پہلے شیطان کے دوسرے تک پہنچانے سے قبل ہی آگ کی چنگاری آلگتی ہے اور کبھی وہ چنگاری سے پہلے دوسرے کو بتا چکا ہوتا ہے پھر کاہن اور جادوگر اس کے ساتھ سو جھوٹ ملاتے ہیں پھر وہ کہتے ہیں کیا ہم نے فلاں فلاں روز یہ بات نہیں بتائی تھی چنانچہ آسمان سے سنی ہوئی اس ایک بات کی وجہ سے وہ اپنی تصدیق کرواتے ہیں۔

اسے امام بخاری (۲۹) نے سورۃ سبا کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ

(۲۹)......امام بخاری نے اسے تین مقامات پر روایت کیا ہے۔ کتاب التفسیر، جلد: ۳، صفحہ: ۲۴۷، کتاب التفسیر، جلد: ۳، صفحہ: ۲۸۱-۲۸۲، کتاب التوحید، جلد: ۴، صفحہ: ۴۰۰-۴۰۱

حضرت ابوھریرہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے اور کتاب التوحید میں بھی اپنی سند کے ساتھ علی بن مدینی سے روایت کیا ہے لیکن اس میں امام علی بن مدینی نے ''کانه سلسلة علی صفوان'' کے بعد ''فینفذهم ذالك'' کا اضافہ ہے۔اور الکشمیهنی کی روایت میں ''ینفذهم'' کے الفاظ ہیں۔ان کا معنی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وہ پنا حکم فرشتوں کو بتاتا ہے۔

نبی علیہ السلام کا فرشتوں کے بارے میں فرمانا ''خضعانا''

اکثر کے نزدیک اس کی خاء پر کسرہ ہے ابومحمد اصیلی نے، المروزی سے نقل کیا ہے کہ خاء پر ضمہ ہے۔ضمہ ہو یا کسرہ دونوں صورتوں میں یہ مصدر ہے جیسے وِحدان اور وُحدان۔اسکا (خضعان کا) معنی عاجزی ہے۔خاء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو ملائکہ کی صفت ہوگا اور ان سے حال بنے گا بعض کے نزدیک خاء پر فتحہ بھی جائز ہے اور خضوع کا معنیٰ عاجزی کرتے ہوئے راضی ہو جانا۔اور کہا جاتا ہے ''خضع هو'' اور خضعه باب متعدی اور لازم دونوں سے استعمال ہوتا ہے۔

نبی علیہ السلام کا قول ''کانه سلسلة علی صفوان''

اس میں، فاء ساکن ہے اور اسکا معنیٰ ہے ایسی چٹان جس پر مٹی نہ ہو۔

اور علی المدینی وغیرہ نے کہا ''علی صفَوان ینفذهم'' اور ''صفَوان'' کے فاء کلمہ پر فتحہ پڑھا اور ان کا گمان ہے کہ یہ موضع اختلاف ہے، حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے اختلاف تو ''ینفذ هم'' کے لفظ کو زیادہ کرنے میں ہے۔اور

اسکی دلیل یہ ہے کہ حمیدی نے سفیان سے روایت کرتے ہوئے یہ لفاظ روایت نہیں کیئے ،اور وہ اس معاملے میں لوگوں سے بڑھ کر ثابت ہیں اور حدیث کو حاصل کرنے میں شدت اختیار کرنے میں مشہور ہیں۔

اور امام ابو اسحاق ابراھیم بن معقل النسفی نے امام بخاری سے روایت کرتے ہوئے لفظ صفوان کو ذکر نہیں کیا بلکہ امام بخاری وغیر ھم نے "ینفذھم" کا قول ہے۔

صفوان: صفوانۃ کی جمع ہے جیسے مرجان مرجانۃ کی اور سعدان سعدانہ کی جمع ہے۔حوفی کہتے ہیں صِفوان اور صَفوان ،دونوں طرح جائز ہے۔ جیسے وِرل اور وِرلان اور اخ واخوان جائز ہیں۔اور یہ بھی جائز ہے کہ صفوان واحد بھی ہو اور جمع بھی۔

ذوالنسبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب اسکی واحد صفوانۃ ثابت ہوگئی مرجانۃ کی طرح جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے تو پھر صفوان کا صرف جمع ہونا جائز ہے۔اگر انہوں نے صرف صفوان کہا ہوتا تو جائز ہوتا کہ یہ واحد بھی ہو اور جمع بھی ہو جس طرح دفلی ہے۔کہا جاتا ہے" ھذہ دفلا للواحدۃ من ھذ النبات و ھذہ دفلا للجماعۃ منھا" اور اسی طرح سیبویہ کے نزدیک "قصبا اور خلفا" بھی ہیں۔

امام کسائی نے کہا صفوان واحد ہے اور اسکی جمع صفی آتی ہے عِصِی کی طرح۔ان کی بات کو رد کر دیا گیا،اور کہا گیا کہ صِفی عِصِی کی طرح جمع ہے لیکن یہ

صفا کی جمع ہے۔ اوراسی طرح اس کا بھی رد کیا گیا ہے جس نے کہا کہ صَفوان کی جمع صِفوان صاد کے کسرہ کے ساتھ آتی ہے۔ بے شک یہ بھی صفا کی ہی جمع ہے جس طرح کہ وَرَل اور وِرلان اور وکرااوا کروان۔

فصل

اس حدیث سے کچھ لوگوں کو شبہ پیدا ہوا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بجلی کی کڑک کی آوازوں کے مشابہ ہے جو قتل کر ڈالتی ہیں۔ اوراس پر دلیل دیتے ہوئے ایک موضوع حدیث نقل کی جو علی بن عاصم کے واسطے سے فضل بن عیسیٰ سے مروی ہے اور فضل بن عیسیٰ پر علماء جرح وتعدیل نے ''رجل سوء، قدری ،اورلیس بشیء'' کے الفاظ میں جرح کی ہے۔ اور علی بن عاصم کو متروک قرار دیا گیا ہے۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں ہم نے اسے ہمیشہ جھوٹا ہی دیکھا ہے۔

اور حدیث صحیح جس میں ''کانہ سلسلة علی صفوان'' کے الفاظ ہیں، اس سے مراد وہ آواز ہے جو فرشتوں کے پر مارنے سے پیدا ہوئی ہے اور فرشتوں کے پر مارنے سے جو آواز پیدا ہوتی وہ اس آواز سے ملتی جلتی ہے جو لوہے کو پتھر پر مارنے سے آتی ہے اوراس کی بازگشت بڑی شدید ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ''حتی اذا فزع عن قلوبھم'' اس کا مطلب ہے کہ کا جب ان کے دلوں پر گھبراہٹ طاری ہوتی تو ان سے گھبراہٹ کو دور کر دیا گیا اور وہ گھبراہٹ جاتی رہی۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں ان سے گھبراہٹ دور کر دی

گئی جو اللہ تعالیٰ کا کلام وحی کے ذریعے سننے کی وجہ سے طاری ہوتی تھی۔ یہ ابن مسعود، مسروق اور سعید رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور قراء حضرات اسے ''فُزِّعَ'' پڑھتے ہیں یعنی ''فاء'' کے ضمہ اور زاء، کے کسرہ کے ساتھ۔ اور ابن عامر نے زاء پر فتحہ ہے فاء پر ضمہ پڑھا ہے۔ فاء پر ضمہ پڑھیں تو فعل مجہول ہوگا اور اگر فتحہ پڑھیں تو فعل معروف ہوگا۔ مفسرین کرام نے اس پر کثیر کلام کیا ہے لیکن ہم نے سب سے اچھی اور واضح تفسیر بیان کر دی۔

امام مسلم علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں ابن شہاب کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مجھے انصار میں سے ایک آدمی نے بتایا ہم ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ایک ستارہ پھینکا گیا جس سے شعلہ نمودار ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا زمانہ جاہلیت میں جب ایسا کوئی ستارہ پھینکا جاتا تو تم کیا کہتے تھے تو انہوں نے کہا ویسے تو اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں لیکن ہم کہتے تھے آج کی رات کوئی ہستی پیدا ہوگی یا کوئی عظیم ہستی فوت ہوگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک یہ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں پھینکا جاتا جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو حملۃ العرش اس کی تسبیح بیان کرتے پھر ان کے قریبی تسبیح بیان کرتے یہاں تک آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے پھر حاملین عرش کے قریبی حاملین عرش سے پوچھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ تو وہ انہیں اللہ تعالیٰ کا

پیغام سنا دیتے ہیں اسی طرح بعض آسمان والے دوسرے بعض تک حکم پہنچاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ یہ خبر آسمان دنیا والے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے تو وہاں سے اس بات کو جن سن لیتے ہیں اور اپنے دوستوں کو پہنچاتے ہیں تو یہ انہیں شہاب ثاقب مارا جاتا ہے اگر وہ حکم اسی طرح پہنچائیں تو وہ سچ ہوتا ہے لیکن وہ اس میں ملاوٹ کر کے کچھ زیادتی کرتے ہیں۔ (۳۰)

صحیح مسلم میں اس حدیث کے کئی طرق ہیں۔

حضور ﷺ کا فرمان ''یقرفون''

اور اوزاعی کی روایت میں ''یقذفون'' یعنی ذال کے ساتھ ہے، اور یہی صحیح ہے یعنی وہ بات کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ قذف کا اصل معنیٰ کس چیز کو پھینکنا اور قذف السب کا مطلب ہے انسان پر فحش تہمت لگانا۔ اور یہ اپنے ظن اور گمان سے بات کرنا ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''ویقذفون بالغیب من مکان بعید'' (سورۃ السباء، آیت: ۵۳) وہ دور جگہ سے غیبی بات کو پھینک مارت ہیں۔

اور باقی رہی وہ روایت جس میں راء کے ساتھ ہے (یقرفون) تو کہا جاتا ہے ''قرف یقرف قرفا'' اس کا معنی جھوٹ اور تہمت ہے۔ کہا جاتا ہے ''قرفتك'' یعنی ''تھمتك'' اور جب کوئی گناہ کا عمل کرے تو کہتے ہیں ''قرف

(۳۰)...... صحیح مسلم، کتاب السلام، جلد: ۴، صفحہ: ۱۷۵۰۔۱۷۵۱

الذنب یا اقترف الذنب'' اس کا اصل معنیٰ اکتساب یعنی کمانا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے'' ومن یقترف حسنة '' یعنی من یکتسب جس نے کوئی نیکی کمائی۔ (حقیقت حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، ہمارے علم کے مطابق) یہاں '' قرف'' تہمة کے معنی میں ہے۔ اور اس عبارت کا معنی ہے وہ جھوٹ ملاتے ہیں اور لوگوں کو وہم میں ڈالتے ہیں۔

والاسودة: یہ سواد کی جمع ہے بمعنی دور سے دکھائی دینے والا انسانی جسم، اس کی مثال قذال ہے جس کی جمع اقذلة ہے۔ جس طرح فِراخ کی جمع افرخة آتی ہے۔ اور اس کی جمع الجمع '' اساود '' آتی ہے۔

سواد، دور سے نظر آنے والے انسانی جسم کو کہتے ہیں جس کی حقیقت واضح نہ ہو۔ یا یہ سواد کی جمع ہے بمعنی لوگ، اور اس سے مراد بڑی جماعت ہے۔ اسی سے نبی علیہ السلام کا فرمان ہے'' عَلَیْكُمُ السَّوَادَ الْاَعْظَمِ '' یعنی تم پر بڑی جماعت کی پیروی لازم ہے۔ یعنی وہ جماعت جو ایک امام کی طاعت پر جمع ہو اور مومنوں کے طریقے پر ہو۔

'' وَالنَّسَمَ '' نسمہ کی جمع ہے، انسانی صورتوں کی مثل بنے ہوئے اجسام۔ جوہری کہتے ہیں: النسمہ جان، روح اور بدن کو کہتے ہیں۔ اور خلیل نے کہا ہے: نسم، انسان کو کہتے ہیں۔

اور نبی علیہ السلام کا حضرت جبریل سے پہلے آسمان پر نظر آنے والی

صورتوں کے بارے میں روایت کرنا کہ دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں جانب والے جہنمی ہیں۔

بعض کم علم لوگوں کا خیال ہے کہ جہنمی لوگوں کا آسمان میں ہونا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے۔ ان حضرات نے درج ذیل آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۝ ...... اس آیت تک ...... إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ۝ (۳۱)

ترجمہ: جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے جان نکالنے آئیں، تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے، کہتے ہیں وہ ہم سے گم گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔ اللہ ان سے فرماتا ہے کہ تم سے پہلے جو اور جماعتیں جن اور آدمیوں کی آگ میں گئیں انہیں میں جاؤ، جب ایک گروہ داخل ہوتا ہے دوسرے پر لعنت کرتا حتی کہ جب سب اس میں جا

(۳۱)...... سورۃ الاعراف، آیات: ۳۷-۴۰

پڑے تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے اے رب ہمارے انہوں نے ہم کو بہکایا تھا تو انہیں آگ کا دونا عذاب دے، فرمائے گا سب کو دونا ہے مگر تمہیں خبر نہیں۔ اور پچھلے پہلوں سے کہیں گے تم تو کچھ ہم سے اچھے نہ رہے تو چکھو عذاب بدلہ اپنے کیئے کا۔ وہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور کے مقابل تکبر کیا ان کے لئے آسمان کی دروازے کھولے نہ جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہونگے جب تک سوئی کے ناکے اونٹ داخل نہ ہو اور مجرموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

"سم الخیاط" سوئی کے پچھلے سوراخ کو کہتے ہیں۔

اور احادیث میں سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

بے شک جب کافر مرتا ہے تو اس کی روح کے ساتھ ایک بدبو نکلتی ہے جو زمین پر پھیل جاتی ہے۔ فرشتے اس کو لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ کس کی خبیث روح ہے؟ وہ بتاتے ہیں یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے، برے ترین نام بتا کر جو دنیا میں اس کیلئے بولے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور دستک دیتے ہیں لیکن ان کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ○

ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے ، وہ جنت میں داخل نہیں ہونگے حتی کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے گزر جائے اور ہم اسی طرح مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

انہیں کہا جاتا ہے کہ اس کا نامہ اعمال زمین کے نچلے حصہ میں ڈال دو پھر اسکی روح کو بھی پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ٥ (۳۲)

ترجمہ: اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے اور پرندے اسے اچک لیجاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔ (۳۳)

یہ حدیث طویل ہے اس کے بہت سے طرق ہیں، جن کو علامہ علی بن معبد نے حضرت براء بن عازب سے ''کتاب الطاعۃ والمعصیۃ'' میں روایت کیا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی کا جنازہ پڑھنے کے لیے گئے۔ رسول اکرم ﷺ قبر پر بیٹھ گئے اور

---

(۳۲)......سورۃ الحج، آیت: ۳۱

(۳۳)......مسند احمد، جلد: ۴، صفحہ: ۲۸۷_۲۸۸، مجمع الزوائد، جلد: ۳، صفحہ: ۴۹_۵۰

ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد (نہایت ادب کے ساتھ) بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں، اور اس شخص کے لیے لحد بنائی جارہی تھی۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

پھر فرمایا جب مومن آخرت کی منازل طے کرنے لگتا ہے اور دینا سے رابطہ ختم کرتا ہے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں ان کے چہرے چمک رہے ہوتے ہیں ہر ایک کے پاس کفن اور خوشبو ہوتی ہے جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے وہ وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں یہاں تک کہ جب اسکی روح نکل جاتی ہے زمین وآسمان کے تمام فرشتے اسکے لیے دعا رحمت کرتے ہیں اور تمام آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازے کی نگہبانی کرنیوالے فرشتے خواہش کرتے ہیں کہ اسے ہمارے پاس سے گزارا جائے جب اسکی روح اوپر لائی جاتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ یہ تیرا فلاں بندہ ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسے واپس لے جاؤ بے شک میں نے ان سے عہد کیا تھا کہ میں نے انہیں مٹی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹاؤں گا اور پھر دوبارہ اسی سے زندہ کروں گا نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ نماز جنازہ پڑھ کر واپس جانے والوں کے پیروں کی آواز کو بھی سنتا ہے پھر اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور وہ کہتا ہے:

من ربك ؟ تیرا رب کون ہے؟

مادینك ؟ تیرا دین کیا ہے؟

من نبیك؟ تیرے نبی کون ہے؟

وہ کہتا ہے:

ربی الله۔ میرا رب اللہ ہے۔

دینی الاسلام۔ میرا دین اسلام ہے۔

و نبیی محمد۔ اور میرے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔

پھر وہ اسے جھنجھوڑتا ہے، اور پوچھتا ہے:

من ربك؟ ما دینك؟ من نبیك؟

یہ مومن کی آخری آزمائش ہوتی ہے اس موقع کیلئے وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۝ (۳۴)

ترجمہ: اللہ ثابت قدم رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

وہ (مومن) کہے گا: میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ فرشتہ اسے کہتا ہے، تو نے سچ کہا۔

پھر ایک خوبصورت، اچھی خوشبو اور اچھے کپڑوں والا اس کے پاس آتا

(۳۴)......سورۃ ابراہیم، آیت: ۲۷

ہے اور کہتا ہے تجھے اللہ کی طرف سے عزت اور ہمیشہ کی جنت کی خوشخبری ہو، تو وہ مومن کہتا اللہ تعالیٰ تجھے اچھی خوشخبری دے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اللہ کی قسم تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جلدی اور نافرمانی میں تاخیر کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے تجھے اچھی جزا دی ہے پھر اس کے لیے جنت اور جہنم کا ایک ایک دروازہ کھولا جاتا ہے جہنم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے کہا جاتا ہے اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا تو یہ تیرا ٹھکانہ تھا۔ پھر جنت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے بدل دیا ہے پس جب وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے اللہ قیامت جلدی قائم فرماتا کہ اپنے اہل وعیال میں لوٹ جاؤں تو اسے کہا جاتا ہے ٹھہر جا۔

جب کافر دنیا سے قطع تعلق کر کے آخرت کی منازل طے کرنے لگتا ہے اس کے پاس فرشتے ترش چہرے کے ساتھ آتے ہیں اس کی روح ایسے قبض کرتے ہیں جیسا گیلی مٹی میں ہل چلایا جاتا ہے زمین و آسمان کے تمام فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں تمام فرشتے آسمان کے دروازے بند کر لیتے ہیں اور تمام یہ دعا کرتے ہیں کہ اسکی روح کو ہمارے دروازے سے اوپر نہ لے جایا جائے۔ جب اسکی روح کو اوپر لایا جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ یہ تیرا فلاں بندہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واپس جاؤ بیشک میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں انہیں مٹی سے پیدا کروں گا پھر اسی میں لوٹاؤں گا اور پھر دوسری بار اس میں سے زندہ کروں گا

بے شک وہ اپنا جنازہ پڑھنے والوں کے قدموں کی آواز سنتا ہے، جب وہ واپس جانے لگتے ہیں۔ پھر اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور کہتا ہے تیرا دین کیا ہے؟ تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے، میں نہیں جانتا۔ تو فرشتہ کہتا ہے۔ تو سمجھا نہیں اور نہ تو نے پڑھا۔ پھر اس کے پاس ایک بدصورت، برے کپڑوں اور بدبو والا آتا ہے۔ وہ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے خوفناک سے ہمیشہ کے عذاب کی بشارت ہو، وہ کافر کہتا ہے: اللہ تعالیٰ تجھے شر کی بشارت دے تو کون ہے؟ تو وہ جواباً کہتا ہے، میں تیرا برا عمل ہوں تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں دیر اور نافرمانی میں جلدی کرتا تھا پس تجھے اللہ تعالیٰ نے شر کی جزا دی ہے۔ پھر اس پر ایک اندھا، گونگا اور بہرہ فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے اس کے پاس ایک گرز ہوتا جسے پہاڑ پر ماریں تو وہ مٹی ہو جائے وہ اسے ایک گرز مارے گا تو وہ مٹی ہو جائے گا اللہ تعالیٰ پھر اسے اصلی حالت میں لوٹا دے گا پھر وہ اسے دوبارہ گرز مارے گا تو وہ ایسی چیخ مارے گا جسے انسان اور جن کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سنے گی۔ پھر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے لیے جہنم کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھایا دیا جائے گا۔

☆...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری شخص کا جنازہ پڑھنے کے لیے گئے جب ہم وہاں پہنچے تو اس کیلئے لحد بنائی جا رہی تھی تو رسول اکرم ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے

ارد گرد بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں (یعنی بہت آرام سے بیٹھ گئے) آپ ﷺ کے ہاتھ میں لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ ﷺ زمین کرید رہے تھے آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور دو یا تین مرتبہ فرمایا ''عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو'' پھر فرمایا جب مومن شخص دنیا سے تعلق ختم کر کے آخرت کی طرف جاتا ہے اس کے پاس سفید چہروں والے فرشتے تشریف لاتے ہیں گویا ان کے چہرے سورج ہوں ان کے پاس جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے وہ اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے۔ پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کی طرف بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے پاکیزہ نفس! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضا کی طرف چل تو اس سے روح ایسے نکلتی ہے جیسے مشق سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے وہ اس کو پکڑ لیتا ہے جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پلک جھپکنے کی مقدار بھی اسے نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ اسے اس کفن اور خوشبو میں ڈال دیا جاتا ہے اور اس سے خوشبو نکلتی ہے جو زمین پر پھیل جاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ (فرشتے) اسے لے کر اوپر جاتے ہیں تو جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ اتنی خوشبو کس کی ہے وہ بتاتے ہیں یہ فلاں بن فلاں ہے اس کے اچھے نام کے ساتھ جو اسکا نام دنیا میں ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ پہلے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں وہ دستک دیتے ہیں تو دروازہ کھول دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں تو اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندے کے نامہ

اعمال کو علیین میں رکھ دو اور اسے زمین میں لوٹا دو بے شک میں نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹاؤں گا اور پھر دوبارہ اسی سے زندہ کروں گا۔

فرمایا: پھر اسکی روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ وہ پوچھتے ہیں وہ کون ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ ہیں پھر وہ پوچھتے ہیں تیرا علم کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ کو پڑھا اس پر ایمان لایا اور اسکی تصدیق کی، تو آسمان سے آواز آتی ہے تحقیق میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ جنتی لباس پہناؤ اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو، اور اسکی قبر کو تا حد نگاہ وسیع کر دیا جاتا ہے پھر اس کے پاس خوبصورت چہرے، خوبصورت کپڑوں اور اچھی خوشبو والا ایک شخص آتا ہے اور وہ کہتا ہے تجھے خوشی کی بشارت ہو یہی ذن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو وہ کہتا ہے تو بھلائی کا سامنا کرے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں تو وہ مومن کہتا ہے اللہ تعالیٰ! قیامت قائم فرماتا کہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ جاؤں۔

فرمایا: جب کافر دنیا سے قطع تعلقی کر کے آخرت کی طرف چلتا ہے تو اس کے پاس سیاہ چہروں والے فرشتے آتے ہیں اور ان کے پاس اون کے تھیلے

ہوتے ہیں جہاں تک اسکی نظر جاتی ہے وہ اس کے ارد گرد وہاں تک پھیل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتا ہے مردے کے سر کی طرف بیٹھا جاتا ہے اور کہتا ہے اے خبیث جان اللہ تعالیٰ کی سختی اور غضب کی طرف نکل وہ اس کے جسم سے ایسی نکلتی ہے جیسے لوہے کی سلاخ تر روئی سے، وہ اسے پکڑ لیتے ہیں اور لمحہ بھر بھی اسے اپنے سے جدا نہیں کرتے یہاں تک کہ اسے اس تھیلے میں ڈال لیتے ہیں اور اس سے بدبو نکلتی ہے اور زمین پر پھیل جاتی ہے وہ اسے لے کر اوپر جاتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ کس خبیث کی روح ہے وہ بتاتے فلاں بن فلاں کی اور دنیا میں جو اسکا قبیح نام ہوتا ہے وہ بتاتے ہیں۔ آسمان کے دروازے پر دستک دی جاتی ہے ان کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا پھر رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ۝

ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، وہ جنت میں داخل نہیں ہونگے حتی کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے گزر جائے اور ہم اسی طرح مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اس کے نامہ اعمال کو زمین کے سب سے نچلے گڑھے میں ڈال دو تو اسکی روح کو بھی وہیں پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ

نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ (۳۵)

ترجمہ: اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے اور پرندے اسے اچک لیجاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔

اور اسکی روح کو جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا وہ پوچھتے ہیں یہ کون ہیں جن کو آپ کی طرف بھیجا گیا تھا پھر وہ یہی کہتا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا آسمان سے آواز آتی ہے یہ جھوٹا ہے اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور جہنم کا دروازہ کھول دو جہنم کی گرمی اس میں آتی رہتی ہے اور اس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے اس طرح کہ اسکی پسلیاں ادھر کی اُدھر ہو جاتی ہیں اور اس کے پاس ایک بد صورت گندے کپڑوں والا اور بد بودار شخص آتا ہے اور کہتا ہے تجھے بد بختی ملے، یہی دن ہے جسکا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا وہ کہتا ہے تجھے برائی پہنچے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں وہ کہتا ہے اے میرے اللہ! قیامت قائم نہ فرمانا۔

---

(۳۵)......سورۃ الحج، آیت: ۳۱

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری شخص کی نماز جنازہ کے لیے گئے جب ہم قبر پر پہنچے تو اس کے لیے لحد بنائی جارہی تھی رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے، پھر پوری حدیث بیان کی اور اس روایت میں ہے کہ فرشتے اس کی روح کو کھینچتے ہیں تو ساتھ گوشت کے چیتھڑے بھی نکل آتے ہیں۔(۳۶)

فرشتوں کا یہ کہنا: ''لَا دَرَیْتَ وَ لَا تَلَوْتَ''

نہ تو نے جانا اور نہ تو نے تلاوت کی۔

باقی روایات میں سے یہ احسن روایت ہے جو ہم نے بیان کی ہے اور صحیحین کی روایت میں جو ''تلوت'' کی جگہ ''تلیت'' کے الفاظ ہیں اسکے بارے میں علماء نحو کہتے ہیں: دراصل اس کلمہ میں یاء کی جگہ واو ہی تھی لیکن ''دریت'' کی اتباع میں اسے یاء سے بدل دیا گیا ہے۔

ابن الانباری نے اس روایت پر کلام کرتے ہوئے کہا: یہ صحیح نہیں ہے اور نہ ہی اسے عقل قبول کرتی ہے۔

مردے کا ھاہ ھاہ کہنا:

اس شخص کی طرح ہے جو مشقت میں پڑنے کی وجہ سے تھک جائے تو ایسی آواز نکالتا ہے یا پھر بھاری بوجھ اٹھانے کی وجہ سے تھک جائے تو یہ آواز نکالتا ہے۔

(۳۶)......مسند احمد، جلد:۴، صفحہ:۲۸۸

حضرت آدم علیہ السلام احوالِ ایمان میں بدرجہ اتم کامل واکمل تھے ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ کافروں پر رحمت کرتے ہوئے رورہے تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام مشرکوں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر رحم نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِأَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○ (۳۷)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے چچا کے لیے استغفار صرف ان سے کیے ہوئے وعدے کی بنا پر تھی جب انہیں ظاہر ہو گیا وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو اس سے بری ہو گئے بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نرم دل اور بردبار تھے۔

ثقہ راویوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا آزر کو قیامت کے دن ملیں گے ان کے چہرے پر گرد وغبار ہو گی حضرت ابراہیم انہیں کہیں گے میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ میری نافرمانی نہ کر؟ تو آپ کے چچا کہیں گے آج میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا تب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے یا اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن تو مجھے رسوا نہیں کریگا تو اس سے بڑی

(۳۷)......سورۃ التوبہ، آیت: ۱۱۴

رسوائی کیا ہو گی کہ میرا باپ مجھ سے دور ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے کافروں پر جنت حرام کی ہے پھر فرمائے گا تیرے پاؤں کے نیچے کیا ہے اے ابراہیم علیہ السلام! وپ دیکھیں گے تو ایک جانور خون سے لتھڑا ہوا پڑا ہوگا تو اسے ٹانگوں سے پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔ (۳۸)

نبی علیہ السلام کا قول ''بذیخ''

ذال کے کسرہ کے ساتھ، اور اس کے بعد یاء اور اس کے بعد خاء ہے۔

اس کا معنی بھیڑ یا یا نر بجو۔

''ملتطخ'' گرد وغبار یا مٹی سے لت پت ہونا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی صفت کرتے ہوئے فرمایا:

بالمؤمنين رؤف رحيم ٥ (۳۹)

مومنوں پر شفیق اور رحم کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ٥ (۴۰)

کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان سے سختی کرو۔

---

(۳۸)......صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، جلد:۲، صفحہ:۴۵۹

(۳۹)......سورۃ التوبہ، آیت:۱۲۸

(۴۰)......سورۃ التحریم، آیت:۹، سورۃ التوبہ، آیت:۷۲

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ ۝ (۴۱)

آپ کو کوئی ایسی قوم نہیں ملے گی جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی دشمن ہو۔ اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا خاندان والے ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان کو نقش کر دیا گیا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ایمان صرف اسی دل میں ہوتا ہے جس میں کافر کی محبت اور اسکے لیے نرمی نہ ہو۔ قرآن مجید میں ایسی بہت سی مثالیں مذکور ہیں۔

(خلاصہ کلام یہ ہے کہ آدم علیہ السلام پہلے آسمان پر آنسو بہا رہے تھے وہ کافروں کیلئے نہیں بلکہ) یہ حضرت آدم علیہ السلام کی وہ اولاد تھی جو ایمان تو لائے تھے لیکن پھر گناہوں میں پڑ گئے تو آپ علیہ السلام ان پر رحم کرتے ہوئے رو رہے تھے کہ انہوں نے ملک الجبار (اللہ تعالیٰ) کی نافرمانی کی ہے تو وہ انہیں سزا دے گا، اگرچہ نبی مختار محمد ﷺ کی شفاعت وجہ سے ان کو جہنم سے ضرور چھٹکارا مل جائے گا۔

(۴۱)......سورۃ المجادلہ، آیت: ۲۲

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ''حتی ظهرت بمستوی''

''ظَهَرْتُ'' کا معنی ہے ''عَلَوْتُ'' یعنی میں بلند ہوا، جیسے اللہ تعالیٰ

کا فرمان ہے ''لیظهره علی الدین کله'' یعنی ''یعلیه علی الادیان کلها''

اللہ تعالیٰ اس کو تمام ادیان پر بلندی (غلبہ) عطا فرمائے گا۔

المستوی: کا معنی ''مصعد'' ہے اور یہ بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ جب کوئی شے

کسی پر بلند ہو تو کہا جاتا ہے ''استوی الی الشیء و علیه''

ایک قول یہ بھی ہے کہ معتدل فضاء کو کہتے ہیں۔

اور نبی علیہ السلام کا فرمان ''أسمع فیه صریف الاقلام''

اس مطلب ہے کہ لکھتے وقت قلم سے پیدا ہونے والی آواز اور اسی سے

ہے ''صریف الباب'' یعنی دروازے کی چڑ چڑاہٹ، علامہ ابوالحسن فارسی

نیشاپوری نے ''المفهم لصحیح مسلم'' میں بیان کیا ہے کہ بعض اہل لغت نے کہا ہے

(صریف الاقلام کی بجائے) ''صریر الاقلام، صریر الابواب اور صریر

النعال'' زیادہ مشہور ہے۔

حضرت ذوالنسبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے اور یہ اس آدمی کا رد ہے جس نے

(صریف الاقلام کی بنسبت) صریر الاقلام کو زیادہ درست قرار دیا ہے۔ کیونکہ نبی

علیہ السلام سب سے فصیح عربی تھے اور ان کی لغت سب سے زیادہ فصیح لغت ہے۔

اور صحت کے جس درجہ پر یہ حدیث پاک ہے، اہل لغت کا کوئی قول اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ جتنی چیزیں ہیں مثلاً تقدیریں، وحی اور اس کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ چاہے، یہ سب کئی قلموں کے ساتھ لکھی جاتی ہے نہ کہ ایک قلم کے ساتھ۔

"والجنا بذ" یہ "جُنْبُذَۃ" (جیم کے ضمہ کے ساتھ) کی جمع ہے ا۔ عمارت میں اٹھی ہوئی جگہ کو کہتے ہیں جسے عام طور پر "گنبد" کہا جاتا ہے۔ اور یہ فارسی سے عربی بنایا گیا ہے، اہل عرب اسے اپنے کلام میں استعمال کرتے تھے جس کی وجہ سے عربی شمار ہونے لگا۔

اور نبی علیہ السلام کا فرمان "فرجعت الی موسی" سے "فرجعت ربی عزوجل" تک:

یہ تمام نبی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے کیونکہ آپ ﷺ جسم ہیں جس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے یہ سب (یعنی نقل وحمل) جائز نہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر تھے اور سوال کی جگہ ساتواں آسمان تھا اور آپ ﷺ کا آنا جانا ان دو جگہوں کے درمیان تھا۔

سوال کرنے کے مقام سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسؤول (جس سے سوال کیا جارہا ہے) بھی اسی جگہ پر موجود ہو۔ یا دونوں آمنے سامنے اور برابر ہوں

کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت و مکان سے پاک ہے۔ نبی علیہ السلام کے لوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ سوال کرنے کے مقام کی طرف لوٹتے تھے۔ کیونکہ اس مقام کو باقی مقامات پر فضیلت حاصل ہے۔ (کیونکہ مانگنے اور دعا کرنے کا ہر کسی کیلئے ایک خاص ٹھکانہ اور مقام ہے) جس طرح کوہِ طور، زمین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کرنے کا مقام تھا اور مکہ حاجیوں کیلئے اور عرفہ وقوف کرنے والوں کیلئے موضع سوال ہے۔ لہذا آپ ﷺ کا بھی سوال کرنے (اور اپنے رب سے راز و نیاز کرنے کا مقام) موسی علیہ السلام کے مقام سے الگ تھا اور آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے مقام سے اپنے مقام کی طرف واپس جاتے تھے۔

اور نبی علیہ السلام کا فرمان ''فغشیھا الوان''

یعنی قسم قسم نور اور فرشتوں نے اسے ڈھانپ لیا۔

اور آپ کا فرمان ''ثُمَّ'' اس حدیث پاک میں ترتیب کیلئے نہیں ہے جسطرح کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ''ثم کان من الذین آمنوا'' ترتیب کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ واوٗ کی طرح جمع اور اشتراک کیلئے ہے۔

اور انبیاء کرام کا نبی علیہ السلام کو ''مرحبا بالنبی الصالح'' کہنا:

''رجل صالح'' لغت میں اس آدمی کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے لازم کئے گئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی مکمل پاسداری کرنے والا ہو۔ اور یہ لفظ ''صالح'' خیر و بھلائی کے تمام معانی کا جامع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے "صالح" بندوں کیلئے ایسی چیز تیار کی جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل پر اسکا خیال گزرا جنت کی جن نعمتوں پر تم مطلع ہو گے انہیں ذخیرہ کی ہوئی نعمتوں کے مقابلے میں چھوڑ دو گے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ٥ (۴۲)

ترجمہ: کسی نفس کو نہیں معلوم جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کیلئے چھپا رکھی ہے یہ بدلہ ہے ان کی کمائی کا۔

اسے امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں سورہ "الم السجدہ" کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ (۴۳)

---

(۴۲)......(سورۃ الم السجدۃ، آیت: ۱۷)

(۴۳)......صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد: ۳، صفحہ: ۲۷۶، اس حدیث پاک کے الفاظ ہیں "أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ" یعنی میں نے اپنے صالح بندوں کیلئے تیار کیا ہے۔ جنت اور اس کی نعمتوں کا حصول اسی آدمی کیلئے ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنے والا ہو، اور اس معنی کو بیان کرنے کیلئے "صالحین" کا لفظ ارشاد فرمایا ہے جو یہ سمجھنے کیلئے کافی ہے کہ لفظ "صالح" خیر و بھلائی کے تمام معانی کا جامع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

نبی علیہ السلام کا فرمان ''فَشَقَّ مِنَ النَّحْرِ اِلٰی مَرَاقِّ الْبَطْنِ''

''النحر'' سینے کے اوپر ہنسلی کی ہڈیوں کے اکٹھا ہونے کی جگہ۔

''مراقِّ البطن'' قاف کی تشدید کے ساتھ پیٹ کے نچلے حصے کو کہتے ہیں۔

مراق کی اصل نحویوں کے نزدیک ''مـراقـق'' پھر قاف کا قاف میں ادغام کر دیا گیا۔ یہ ''رقَّ یَرِقُّ'' سے ''مفاعل'' کا وزن ہے اسکو مراق اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ جلد کا نرم حصہ ہے۔ مراق کا اول حصہ ناف ہے اور یہیں تک حضور ﷺ کا شق صدر ہوا۔

نبی علیہ السلام کا قول ''من ثغرۃ نحرہ''

الثُّغـرۃ: ثاء کے ضمہ کے ساتھ، اور یہ اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہنسلی کی ہڈیوں کے درمیان ہے۔ جہاں پر اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے۔ ثغرہ کا معنیٰ ''ثلمۃ'' بھی ہوتا ہے یعنی دیوار کو منہدم کر دینا۔

اور نبی علیہ السلام کا قول ''الی شِعْرتہ''

شین کے کسرہ کے ساتھ، اور اسکی جمع ''شِعَـر'' آتی ہے یہ بھی شین کے کسرہ کے ساتھ ہے اور شِعرٰی بھی کہا جاتا ہے۔ ناف کے نیچے بال اگنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

سدرۃ المنتھیٰ: ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے ایک درخت کا نام ہے، کوئی فرشتہ یا نبی اس سے تجاوز نہیں کرتا۔ آسمانوں اور جنت پر اس کا سایہ

ہے۔زمین سے جانے والے یہیں تک رہتے ہیں اور آسمان سے جو نازل ہونا ہو، یہیں سے لیا جاتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ سدرہ کو اس کام کے لیے مخصوص کیوں کیا گیا ہے کسی اور درخت کو کیوں نہیں؟

تو جواب یہ ہے کہ سدرہ میں تین وصف ہیں اسکا سایہ گھنا ہوتا ہے، پھل لذیذ اور خوشبو پاکیزہ ہوتی ہے، اس معنی میں یہ ایمان کے مشابہ ہے جس میں قول ،نیت اور عمل ہوتے ہیں۔اسکا سایہ ایمان میں بمنزل عمل کے ہے دوسروں تک اثر پہنچنے کی وجہ سے۔اسکا ذائقہ ایمان میں بمنزل نیت کے ہے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے۔اور اسکی خوشبو ایمان میں قول کی طرح ہے اس کے ظاہر ہونے کی وجہ سے۔

نبی علیہ السلام کا فرمان ''نَبِقُهَا كقلال هجر''

نَبِقُهَا: باء کے کسرہ کے ساتھ، یہ سدرہ کے پھل کو کہتے ہیں اسکی واحد ''نبقة'' ہے اور ایک قول کے مطابق نَبْـق ہے نون کے فتحہ اور باء کے سکون کے ساتھ۔اس قول کو یعقوب نے ''الاصلاح'' میں ذکر کیا ہے اور یہ اہل مصر کی لغت ہے۔لیکن پہلا قول فصیح ہے اور وہی نبی علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

قِلال هَجَر: یہ ''قُلَّة'' کی جمع ہے۔اور قلہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے انسان زمین سے اٹھائے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پانی کے بلبلے کو قلہ کہتے ہیں۔ امام شافعی نے اسکی تفسیر کرتے ہوئے کہا وہ پیمانہ دوسو پچاس رطل کی گنجائش رکھتا

ہو۔امام شافعی کا یہ قول قاضی ابوالفضل (قاضی عیاض المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اپنی کتاب ''مشارق الانوار'' میں ذکر کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں مجھے چالیس شیوخ نے قاضی ابوالفضل سے یہ معنی روایت کیا ہے۔ان چالیس میں ان کے دو بیٹے الفقیہ قاضی ابوعبداللہ محمد اور ابومحمد عمران بھی ہیں۔

ابن جریج کہتے ہیں: اس پیمانے کو کہتے ہیں جس میں پانچ سو رطل سما جائیں۔

الحافظ ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں جس میں پانچ قرب آجائیں۔

اور نبی علیہ السلام کا فرمان ''بینا انا فی الحطیم'' اور کبھی فرمایا'' الحجر'' ''حطیم'' بیت اللہ کے دروازے سے مقام ابراہیم تک کی جگہ کو کہتے ہیں ۔ابن جریج کہتے ہیں: رکن یمانی اور مقام ابراہیم ،اور زمزم اور حجر کے درمیان کو کہتے ہیں۔

الفقیہ ابومروان عبدالملک بن حبیب الاندلسی کہتے ہیں: حجر اسود سے دروازے تک اور وہاں سے مقام ابراہیم تک کی جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ دعا کیلئے جمع ہوتے تھے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے زمانہ جاہلیت میں لوگ یہاں قسمیں اٹھایا کرتے تھے اور دعا کیلئے اکٹھے ہوتے تھے۔اور جو ظالم کیلئے دعا کرتا یا کوئی گناہگار ہوتے

ہوئے بھی حلف دے دیتا تو اس کو جلد اللہ کا عذاب آلیتا۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''الحطیم'' نہ کہا کرو۔

حضرت ذوالنسبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میرے خیال میں انہوں نے صرف نام ہی کو ناپسند کیا ہے اسکے علاوہ کسی چیز کو نہیں اور یہاں ''الانحطام'' کا مطلب دعا کرنے والی کی دعا کو پورا کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ جسطرح کہ کہا گیا ہے کہ اسکو حطیم اس لیے کہتے ہیں کہ لوگ یہاں دعا کیلئے اکھٹے ہوتے ہیں۔

ہروی کہتے ہیں: الحطیم خانہ کعبہ کا پہلو ہے جو اسکی حدود سے خارج ہے۔ اور نضر کہتے ہیں کہ اسکو حطیم اس لیے کہتے ہیں جب خانہ کعبہ کو اٹھا لیا جائیگا تو یہ جگہ بچ جائیگی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل عرب جن کپڑوں میں طواف کرتے انہیں اتار کر یہاں پھینک دیتے یہاں تک کہ وہ وقت گزرنے کے ساتھ ٹکڑے ہو جاتا۔ اس وقت حطیم حاطم کے معنی میں ہوگا۔

''الحجر'' سے مراد خانہ کعبہ کا پہلو ہے۔ اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں میں سے وہ جگہ ہے جسے قریش نے چھوڑ دیا تھا اور یہاں پتھر رکھ دیا تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ کعبۃ اللہ کا حصہ ہے۔ اس وجہ سے اس کا نام حجر رکھ دیا گیا ہے اور اس کے طول وعرض کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے

کہ سات گز سے کچھ زیادہ ہے۔ اور حضرت ابن زبیر نے اسے کعبہ میں داخل کر لیا تھا جب انہوں نے کعبہ کو بنایا اور جب حجاج بن یوسف نے ان کی بنائی ہوئی عمارت کو منہدم کیا تو خانہ کعبہ کو زمانہ جاہلیت کی بنیادوں پر تعمیر کر دیا۔

سینہ مبارک چاک کرنے کی جگہ:

صحیح اور متفق علیہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک مکہ مکرمہ میں آپ کے گھر میں چاک کیا گیا ہے۔ اس کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے جو کہ اکابر صحابہ کرام، سابقون اولون اور ناقلین شریعت میں سے ہیں۔

اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ مازنِ سے تھے وہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: شق صدر کے وقت میں حطیم میں تھا اور کبھی فرمایا: میں کعبہ کے پہلو میں تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ شق صدر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہِ زمزم کے پاس تھے۔

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فرشتے مجھے زمزم کے پاس لے گئے میرا سینہ چاک کیا پھر اسے زمزم کے

پانی سے دھویا پھر اسے بند کر دیا۔ امام مسلم نے اسے مختصراً ذکر کیا ہے۔ (۴۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبریل امین تشریف لائے آپکو پکڑ کر لٹا دیا اور آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے دل نکالا پھر دل سے گوشت کا ایک لوتھڑا نکالا اور فرمایا یہ آپ ﷺ میں شیطان کا حصہ تھا پھر دل کو سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا اور پھر اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا اور جو آپ کے ساتھ بچے کھیل رہے تھے وہ دوڑتے ہوئے آپکی رضائی ماں کے پاس آئے اور کہا کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے وہ آپ ﷺ کی طرف آئیں تو آپ ﷺ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ (۴۵)

حضرت ذوالنسبین کہتے ہیں:

لأمت الصدع: کا معنی ہے درست کرنا، کہا جاتا ہے ''لأمت الصدع فالتأم'' میں نے اسے درست کیا تو وہ درست ہو گیا۔ اسی طرح ''لآمت'' ہے مد کے ساتھ، اس کا مطلب ہے ''ضممت بعضہ الی بعض'' میں نے بعض کو بعض سے ملایا۔

حضرت انس کا کہنا ''منتقع اللون''

(۴۴)......صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد:۱، صفحہ:۱۴۷

(۴۵)......صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد:۱، صفحہ:۱۴۷

یعنی آپ کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ جب خوف یا دہشت یا کسی اور سبب سے رنگ میں تغیر آ جائے تو کہا جاتا ہے ''انتقع لونہ'' اور اس کو میم کے ساتھ ''امتقع'' بھی کہتے ہیں۔ اور لام کے ساتھ ''التقع'' بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ سب الفاظ استعمال ہوتے ہیں جب رنگ متغیر ہو جائے۔ اس کو خلیل فراہیدی نے ''العین'' میں ذکر کیا ہے۔ (۴۶)

حدیث اسراء کا تواتر سے ثابت ہونا:

یہ بات شکوک وشبہات سے بالاتر ہے کہ معراج واسراء کی احادیث تواتر سے ثابت ہیں جن کو درج ذیل ذی وقار صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابی ذر، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو سعید خذری، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت شداد بن اوس، حضرت اُبی بن کعب، حضرت عبد الرحمٰن بن قرط، حضرت ابوحبہ بدری (۴۷)، حضرت ابو لیلیٰ انصاری، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت

(۴۶)......العین، جلد:۱، صفحہ:۱۷۱-۱۷۲

(۴۷)......لفظ ابوحبہ کے بارے میں بہت اختلاف ہے کہ آیا یہ ''حبہ'' (باء کے ساتھ) ہے یا ''حیہ'' یاء کے ساتھ یا پھر نون کے ساتھ ''حنہ'' ہے۔ اور اسی طرح ان کے نام میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ محققین کے ساتھ یہ ''حبہ'' (باء کے ساتھ) ہے۔

حذیفہ بن یمان، حضرت بریدہ بن حصیب، حضرت ابواُیوب انصاری، حضرت ابو امامہ باہلی، حضرت سمرۃ بن جندب، حضرت ابوحمراء، حضرت صہیب رومی، حضرت اُم ہانی، حضرت عائشہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم۔

ان میں سے بعض نے اس کو مکمل ذکر کیا ہے اور بعض نے مختصراً ذکر کیا ہے ۔اگر چہ بعض روایات صحت کی شرط تک نہیں پہنچتیں لیکن حدیث اسراء پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

زنادقہ اور ملحدین اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۝ (۴۸)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگر چہ کافروں کو یہ ناپسند ہو۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

---

(۴۸)......سورۃ الصف، آیت: ۸

فصل......☆

ان کے دلائل کا رد جنہوں نے کہا معراج نیند کی حالت میں ہوئی

اس کے قائلین نے اس آیت کو دلیل بنایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ۝ (۴۹)

اور ہم نے وہ (شب معراج عجائبات کا) آپ کو دیکھانا صرف لوگوں کی آزمائش کیلئے کیا۔

اس آیت میں معراج کیلئے ''رؤیا'' کا لفظ ذکر کیا گیا ہے اور اس کا معنی خواب ہے۔ (لہذا ثابت ہوا کہ معراج نیند اور خواب کی حالت میں تھا) یہ ابن کلبی کا قول ہے اور اس نے اپنے گمان کی مطابق اسے ابو صالح کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

حالت نیند کے قائلین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث معراج میں ''منام'' یعنی نیند کا ذکر ہے۔ جس طرح کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے ''بین النائم

(۴۹)......الاسراء، آیت: ۶۰

والیقظان ''میں نینداور بیداری کی حالت میں تھا۔اور دوسری جگہ ارشاد ہے'' وانا نائم ، ثم استیقظت ''میں سویا ہوا تھا، پھر مجھے بیدار کیا۔

جواب:

ابن الکلبی کے قول کو دلیل بنانا:

ابن کلبی کا نام محمد بن سائب ہے، وہ کذاب اور واضع الحدیث ہے اس کی خبر کو قبول کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کی حدیث کو دلیل بنانا جائز ہے۔(۵۰)

ابوعاصم نبیل نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ ہمیں ابن کلبی نے کہا:

میری جو بات تمہیں ابوصالح کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کی جائے وہ جھوٹ ہے۔تم اسے میری طرف سے روایت نہ کرو۔اور علماء ناقلین کا ابن کلبی کو ترک کرنے پر اتفاق ہے۔

اور ابوصالح: اس کا نام باذان یا باذام ہے۔حضرت علی المرتضیٰ کی سگی بہن سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب کا غلام تھا۔

امام ابواحمد عبداللہ بن عدی اپنی جرح وتعدیل کی کتاب میں کہتے ہیں:

ابوصالح جس سے کلبی نے روایت لی ہے اس کا نام باذام ہے اور یہ اُم ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کا غلام تھا۔حضرت ابن عباس سے روایت بیان کرتا ہے، حالانکہ اس نے نہ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، نہ انہیں

(۵۰)......میزان الاعتدال، جلد:۳، صفحہ:۵۵۶۔۵۵۸

دیکھا اور نہ ان سے کوئی چیز روایت کی ہے۔ میں متقدمین میں سے ایک کو بھی نہیں جانتا جو اس سے راضی ہو۔ (۵۱)

الحافظ ابوالفتح محمد بن حسین الازدی کہتے ہیں، ابو صالح کذاب ہے۔

اور باقی رہی وہ آیت جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے، اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت منقول ہے، آپ فرماتے ہیں:

یہ آنکھوں سے دیکھنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ سے بیت المقدس تک معراج کی رات، نبی کریم ﷺ کو دکھایا۔ (۵۲)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ آنکھوں دیکھی رؤیت ہے نہ کہ نیند کے عالم میں دیکھے جانے والے خواب۔ (۵۳)

اِلَّا فِتْنَة: یعنی ایسی آزمائش جس سے ایک قوم مرتد ہوگئی اور ایک قوم کی بصیرت میں اضافہ ہوا۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ''سبحان الذی اسری'' اس بات کو پختہ کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو بیداری کی حالت میں سیر کرائی گئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں

---

(۵۱)......الکامل لابن عدی، جلد:۲، صفحہ:۵۰۱-۵۰۴

(۵۲)......صحیح بخاری، کتاب القدریہ، جلد:۴، صفحہ:۲۱۲

(۵۳)......تفسیر الحسن البصری، جلد:۲، صفحہ:۸۸

فرمایا کہ "فی النوم اسری" نیند کی حالت میں سیر کرائی۔

قرآن مجید قوم یعنی اہل عرب کی لغت میں نازل ہوا اور ان کا اس بات پر اجماع ہے۔ (کہ اسری کا لفظ روح اور بدن کے اجتماع پر بولا جاتا ہے۔)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وقت معراج روح اور بدن اکٹھے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان "سبحان الذی اسری بعبدہ" کے ساتھ لوگوں کو تعجب میں ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے "سُرِّیَ" نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ کو سیر کرائی گئی (بلکہ اَسْرٰی فرما کر سیر کروانے کی نسبت اپنی ذات مقدسہ کی طرف فرمائی ہے) یہاں لفظ "سبحان" تعجب کے لیے ہے، اور عجیب وغریب واقعہ (کو بیان کئے جانے) کا احتمال رکھتا ہے۔ اگر معراج صرف روح کی ہوتی تو اس میں تعجب والی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ انسان خواب میں دیکھتا ہے کہ اسکی روح کو آسمانوں کی طرف لیجایا گیا اور جب وہ یہ بات لوگوں کو بتاتا ہے تو اسے جھوٹ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ (لہذا اگر معراج نیند کے عالم میں خواب کے اندر ہوتا تو کوئی بھی اس کو نہ جھٹلاتا، چونکہ یہ عالم بیداری کا واقعہ تھا اس لئے سب لوگوں نے اس کی تردید کی۔)

"الرؤیا" کا اطلاق ابیداری میں دیکھنے پر بھی ہوتا ہے جس طرح کہ نیند میں دیکھنے پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث معراج سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "رأیت کذا و رأیت کذا"

اھل لغت کہتے ہیں: رأیت رؤیۃ ورؤیا (دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے) قربۃ وقری:

اور ویسے بھی قدرت اور ربوبیت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ یہ سیر روح اور بدن کے ساتھ کروائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے لفظ ''اسری'' فرما کر معراج پر ہونے والے تمام اعتراضات وشبہات کا رد فرما دیا کیونکہ یہ لفظ لغت میں بدن اور جسم کے اجتماع پر بولا جاتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جانور جسموں کو اٹھاتے ہیں روحوں کو نہیں اور صحیح روایات سے ثابت ہے آپ ﷺ کو ایک جانور پر سیر کرائی گئی جسے براق کہتے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے باقاعدہ اسکی خلقت کو بھی بیان فرمایا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ''فتنۃ للناس'' بھی اس بات کا موید ہے کہ معراج سر کی آنکھوں سے ہوئی کیونکہ خواب میں کوئی فتنہ یا آزمائش نہیں ہے۔ اور نہ کوئی اسے جھٹلاتا ہے۔ کیونکہ ہر آدمی خواب میں دیکھ سکتا ہے کہ ایک ساعت میں کیا کچھ ہوگیا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس آیت مبارکہ کے بارے میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ یہ آیت صلح حدیبیہ اور اس سے لوگوں کے دل میں آنے والے خیالات کے متعلق نازل ہوئی۔

باقی رہا ان کا کہنا کہ حدیث میں نبی علیہ السلام نے اسے ''منام'' کہا ہے۔ اور نبی علیہ السلام کا یہ قول کہ میں نیند اور بیداری میں تھا۔ اور یہ فرمانا کہ میں سویا تھا اور آپ ﷺ کا قول'' میں بیدار ہوا تو مسجد حرام میں تھا''

ہو سکتا ہے آپ ﷺ کے فرمان ''استیقظت'' کا معنی ''اصبحت'' ہو اور یہ اہل قریش کی ایک لغت ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیر رات کے طویل حصے میں نہیں بلکہ بعض حصے میں تھی۔ (لہذا آپ ﷺ جلد ہی واپس آ گئے اور مسجد حرام میں استراحت فرما ہوئے اور پھر جب بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں تھے۔)

اور آپ ﷺ کے فرمان ''استیقظت'' کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جب آپ ﷺ آسمان وزمین کے عجائبات، رب کائنات کا دیدار اور رب تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا تو آپ ﷺ کے دل پر خمار سا آ گیا اور جب اس سے افاقہ ہوا اور حالت بشری کی طرف لوٹے تو آپ ﷺ مسجد حرام میں تھے۔

حضرت مطوعی رحمہ اللہ علیہ بعض اخبار ذکر فرمایا ہے:

آپ ﷺ کے دل پر غشی سی طاری ہو گئی جب افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے خود کو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں پایا۔

حضرت ذوالنسبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

نزول کے وقت آپکی یہی حالت ہوا کرتی تھی۔ صحیحین میں صفوان بن

یعلی سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے کاش میں رسول اکرم ﷺ کو نزول وحی کے وقت دیکھتا۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مقام جعرانہ میں تھے، نبی علیہ السلام پر ایک کپڑے سے سایہ کیا ہوا تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام بھی تھے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک شخص آیا اس سے ایسا خوشبو لگا جبہ پہنا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جو عمرے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس سے ایسا جبہ پہن رکھا ہو جو خوشبو میں لت پت ہو؟

رسول اکرم ﷺ نے چند لمحے اس کی طرف دیکھا پھر خاموش ہو گئے کچھ لمحے کے بعد وحی کا نزول شروع ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کے اشارے سے حضرت یعلیٰ بن امیہ کو بتایا۔ راوی کہتے ہیں حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اپنا سر اس کپڑے میں داخل کر لیا (جسکے ساتھ آپ پر سایہ کیا گیا تھا) تو انہوں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام کا چہرہ سرخ ہو گیا ہے آپ ﷺ پر بیہوشی سی طاری ہو گئی پھر جب اس سے افاقہ پایا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی عمرہ کے بارے میں سوال کیا تھا۔ اسے تلاش کر کے لایا گیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جو تو نے خوشبو لگائی ہوئی ہے اس تین بار دھو دے اور جبہ کو اتار دے پھر اپنے عمرہ میں وہ چیزیں ادا کر جو حج میں ادا کی جاتی ہیں۔ (۵۴)

(۵۴)...... صحیح بخاری، کتاب الحج، جلد:۱، صفحہ:۲۷۴، صحیح مسلم، کتاب الحج، جلد:۲، صفحہ:۸۳۷

فصل......☆

سینہ مبارک کو چاک کرنے کے بیان میں

خوب یاد رکھو کہ دل مبارک کو تقدیس بخشنا اور سینہ مبارک کو چاک کرنا دو مرتبہ ہوا۔ اسی سے دونوں قسم کی روایتوں میں اتفاق ممکن ہوگا کیونکہ یہ تمام احادیث صحیحہ ہیں اور علماء کی ایک جماعت کا بھی یہی کہنا ہے، ان میں ایک قاضی ابوالقاسم المھلب بن ابی صفرہ المروی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب مختصر صحیح بخاری میں یہی کہا ہے۔

پہلی مرتبہ بچپن کی حالت میں تاکہ آپ ﷺ کا دل شیطانی وسوسوں سے پاک کردیا جائے اور ہر برے خلق سے پاکیزہ کردیا جائے تاکہ آپ ﷺ ان چیزوں کی طرف رغبت نہ کریں جسطرف دوسرے مرد رغبت کرتے ہیں اور اس لیے بھی کہ آپ ﷺ کے دل میں صرف توحید رچ جائے اسی لیے آپ ﷺ کا جب سینہ مبارک آپکی رضائی ماں کے پاس چاک کیا گیا تھا تو اس بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا مجھے دو فرشتوں نے لٹایا اور میں یہ پورا معاملہ دیکھتا رہا۔

دوسری مرتبہ : بڑھاپے کی حالت میں اعلان نبوت کے بعد جب

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہاں بلانے کا ارادہ فرمایا جہاں تک صرف مقدس ذات ہی جاسکتی ہے۔ اور آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی تاکہ آپ ﷺ پر نماز فرض کی جائے۔ اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ آسمانی فرشتوں کو نماز پڑھائیں اور نماز کی شان یہ ہے کہ اسے پاکیزگی کی حالت میں ادا کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ظاہر اور باطن دونوں کو پاک کرنے کیلئے زمزم کے پانی سے غسل دیا۔

پہلی مرتبہ برف سے دھویا یہاں برف سے مراد یقین کی برف ہے جسکی ٹھنڈک کو آپ ﷺ نے اپنے دل میں محسوس کیا اور اس سے آپ ﷺ کو اس امر کا یقین ہوگیا جس کا آپ ﷺ سے ارادہ کیا گیا تھا یعنی آپ ﷺ کو نبوت ملنے کا یقین ہوگیا اور رب تعالیٰ کی واحدانیت کا بھی۔

اور دوسری مرتبہ کہ جب آپ ﷺ یقینی طور اعلان نبوت فرما چکے تھے، یہ دوسرے معنیٰ کی پاکیزگی تھی جس کو ہم نے ذکر کردیا ہے کہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کیلئے، مالک قدوس سے ملاقات کیلئے حضرت جبرئیل امین نے زمزم کے پانی سے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو دھویا جو آپ ﷺ کے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایڑھیاں رگڑنے سے نکلا تھا۔ پھر آپ کے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا تو اسے آپ کے دل میں انڈھیل دیا گیا اور بلاشک وریب آپ پہلے ہی سے مومن تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے

فرمایا: ''لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَعَ اِيْمَانِهِمْ ''(۵۵) ایمان کے اعتبار سے آپ کو بڑھا دے۔ یہاں پر ایمان میں زیادتی سے مراد ایمان میں پختگی اور سکون قلب ہے کیونکہ اس سے پہلے آیت میں ہے ''هو الذی انزل السکینة فی قلوب المؤمنین'' وہ ذات جس نے مومنوں کے دلوں میں سکون اتارا۔ تفسیر میں آیا ہے کہ اس سے مراد دل کا سکون پانا اور مطمئن ہونا ہے۔ اور اس بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں سے زیادہ مشہور اور صحیح یہی ہے۔

اور بے شک یہ بھی درست ہے جو آئمہ کرام علیہم الرضوان نے فرمایا: کہ دو مرتبہ شق صدر دو حکمتوں کے تحت ہوا۔

بچپن کی حالت میں اس سے لیے ہوا تا کہ آپ ﷺ کا دل مبارک انبیاء کے دلوں کی طرح وسیع ہو جائے۔ پھر دوسری مرتبہ ہوا معراج کے دوران تا کہ آپ ﷺ کا حال مبارک فرشتوں کی طرح ہو جائے کیونکہ آپ ﷺ کو مقام مناجات تک لے جانے کا ارادہ کیا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

(۵۵)...... الفتح، آیت: ۴

فصل ......☆

معراج روح اور جسم کے ساتھ تھی

جو حضرات کہتے ہیں اسراء روح کے ساتھ تھی جسم کے سات نہ تھی انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو دلیل بنایا ہے، یہ محمد بن اسحاق سے روایت کی گئی ہے وہ کہتے ہیں مجھے بعض آل ابو بکر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

رسول اللہ ﷺ کا جسم غائب نہیں کیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو سیر کرائی۔(۵۶)

"بعض آل ابی بکر نے بیان کیا" یہ سند مجہول ہے۔ اور دوسرا اس میں محمد ابن اسحاق ہیں جن پر ائمہ تعدیل نے جرح کی ہے۔ امام دار ہجرت سیدنا مالک بن انس علیہ الرحمہ نے ان پر کذب کا اطلاق کیا ہے، اور قاضی ابو العباس ابن سریج نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اسے صحیح حدیث کے رد کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

حضرت ذوالسنبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے ابو الفرج محمد بن اسحاق جو ابن یعقوب الندیم بغدادی کے نام

(۵۶)...... سیرۃ ابن ہشام، جلد: ۲، صفحہ: ۳۴، الشفاء للقاضی عیاض، جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۷

سے مشہور ہیں کی ''کتاب الفہرست'' پڑھی جس میں انہوں نے کہا ہے:

ابو عبداللہ محمد بن اسحاق ابن یساران پر طعن کیا گیا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ امیر مدینہ کو یہ بات پہنچی کہ محمد بن اسحاق عورتوں سے غزلیں سنتا ہے تو اسے حاضر کرنے کا حکم دیا اس کے بال خوبصورت تھے، انہوں نے اس کا سر مونڈھ کر اسے کوڑے لگائے اور اسے مسجد میں بیٹھنے سے منع کر دیا۔

یہ خوش شکل آدمی تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس شعر لکھ کر لائے جاتے اور کہا جاتا کہ اپنی کتاب میں داخل کرلو تو وہ ایسا ہی کر لیتا، اور اس کی کتاب اشعار کا مجموعہ بن کر رہ گئی جو اشعار کے راویوں کیلئے ایک عیب بن گئی۔ اور اس نے اپنی کتاب میں جو نسب تحریر کیا ہے اس میں بھی خطا کی ہے، اور یہودیوں اور نصرانیوں سے بھی باتیں لے لیا کرتا تھا اور اپنی کتاب میں انہیں ''پہلے علم کے عالم'' کا نام دیا ہے۔ (۵۷)

---

(۵۷)...... الفہرست لابن الندیم، صفحہ: ۱۰۵

مصنف علیہ الرحمہ نے ابن اسحاق کا حال بیان کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیا، کیونکہ انہوں نے ان پر ہونے والی جرح کو تو ذکر کر دیا ہے کہ لیکن ان کی تعدیل کو ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ان کی تعدیل کرنے والوں کی تعداد جرح کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں: متعدد علماء کرام نے ابن اسحاق کی روایات کو دلیل بنانے سے منع فرمایا ہے اور اس کے چند اسباب ہیں، یہ شیعہ تھا، اسے قدریہ کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے اور احادیث میں تدلیس کیا کرتا تھا، لیکن اس سب کے باوجود سچ کا دامن اس نے نہیں چھوڑا تھا۔ اور ابن عدی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی بالاجماع مدینہ منورہ میں ہوئی اگرچہ آپ ﷺ نے ان سے نکاح مکہ مکرمہ میں کیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس وقت آپکی عمر چھ سال اور دوسری روایت کے مطابق سات سال تھی اور واقعہ معراج اول اسلام میں پیش آیا تھا۔ (لہذا سیدہ عائشہ کا قول کس طرح لائق احتجاج ہوسکتا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کا جسم غائب نہیں ہوا'')

وقت معراج کے متعلق اختلاف:

معراج اور اسراء کے بارے میں ناقلین کا اختلاف ہے ابوالحسین احمد بن فارس المحدث، کہتے ہیں: آپ کو سیر کروائی گئی جبکہ آپ ﷺ کی عمر مبارک اکاون برس تھی۔

امام العراقیین ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق الحربی کہتے ہیں: اسراء ستائیس ربیع الاول کو ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی۔

کہتے ہیں اس سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ملخصا التذکرۃ لرواۃ العشرۃ، ۱۹۳) امام مزی تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں: امام بخاری نے صحیح میں اس سے استشہاد کیا ہے اور اپنی کتاب ''القراۃ خلف الامام'' میں اس سے روایت بھی لی ہے۔ اور امام مسلم نے بھی متابعات میں اس سے روایت کی ہے اور باقی محدثین نے بھی اس کی حدیث کو دلیل بنایا ہے۔ (تہذیب الکمال، جلد: ۲۴، صفحہ: ۴۰۵۔۴۲۹))

ابوبکر محمد بن علی الذھبی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

نبی علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک سیر اور پھر آسمان کی معراج بعثت کے اٹھارہ ماہ بعد ہوئی۔

حضرت ذوالنسبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اگر ذہبی کے قول کو مدنظر رکھا جائے تو پھر تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں۔

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: ہجرت سے ایک سال قبل معراج ہوئی۔ یہ قول ان کے واسطے سے محمد بن فلیح نے ابن شہاب زہری سے روایت کیا۔ ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ اپنی طویل سند کے ساتھ حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: نماز مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی طرف وحی نازل ہونے کے پانچ سال بعد فرض ہوئی۔ روزے مدینہ منورہ میں جنگ بدر سے پہلے فرض کیے گئے۔ زکوۃ اور حج مدینہ منورہ میں فرض کیے گئے۔ اور شراب جنگ احد کے بعد حرام کی گئی۔

مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

زھری کا قول ذہبی کے قول سے زیادہ صحیح ہے۔ ابن اسحاق نے بھی یہی کہا ہے۔ اور ابن معین کے نزدیک جرح کے باوجود واقصی کی روایت موسیٰ بن

عقبہ کی روایت سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ محمد بن فلیح کو اس کے بارے میں وہم ہوتا ہے۔

امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں ابوعبداللہ محمد بن فلیح بن سلیمان الاسلمی، موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرنے میں ثقہ نہیں ہے۔

ابوحاتم رازی کہتے ہیں وہ یعنی محمد بن فلیح اس مقام پر ثقہ نہیں ہے اور اس کا باپ فلیح کہیں بھی ثقہ نہیں تھا اور نہ اس کی حدیث کو دلیل بنایا جائز ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے ان دونوں سے احادیث اپنی صحیح میں نقل کی ہیں اور جرح، تعدیل سے زیادہ قابل عمل ہوتی ہے کیونکہ جارح نے ایک خاص امر کی گواہی دی ہے اور اس کے باطنی حال کو جانا ہے جسے ظاہر کو دیکھنے والا نہیں جان سکا۔ اور یہ اس پر طاری ہونے والا ایک امر ہے۔

اور علماء کرام کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز فرض ہونے کے بعد نماز پڑھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہجرت سے چند سال قبل ہوا، بعض نے کہا: پانچ سال، اور بعض نے تین ۳ سال۔ اور آپ رضی اللہ عنہا، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما نے آپ کے گھر میں نماز پڑھی پھر آپ ﷺ انہیں لے کر حرم پاک کی طرف نکلے اور انہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھائی۔

اور یہ مذہب ابن شہاب کا ہے کہ اسراء بعثت نبوی ﷺ کے پانچ سال بعد ہوئی۔ اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ بعثت کے بعد نبی علیہ السلام مکہ مکرمہ میں تیرہ سال رہے۔ یہی مذہب اکثر لوگوں اور اہل بیت وغیرہم کا ہے۔

اس اختلاف و نزاع کے باوجود بالاجماع ثابت ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی، ایک قول ہے کہ ہجرت کے سال ہوئی اور ایک قول کے مطابق ہجرت کے دوسرے سال ماہِ شوال میں ہوئی تب سیدہ کی عمر ۹ سال تھی۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ کا سر کی آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کے رؤیت باری تعالیٰ کا انکار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا اعتقاد بھی یہی تھا نبی کریم ﷺ کو جسم اقدس کے ساتھ معراج ہوئی اور اگر آپ، ان کے پاس سوئے ہوتے تو آپ اس کا انکار کیوں کرتیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى" (۵۸) دل نے جو دیکھا اسے نہ جھٹلایا۔ یہاں رؤیت کی نسبت دل کی طرف کی گئی (نہ کہ آنکھوں کی طرف) یہ اس بات پر دلالت ہے کہ یہ دیکھنا نیند کی حالت میں تھا اور وحی تھا نہ کہ آنکھ کا مشاہدہ۔

اور صحیح مسلم ثقہ راویوں نے ترجمان قرآن حبر الامت حضرت عبداللہ بن

(۵۸)......سورۃ النجم، آیت:۱۱

عباس رضی اللہ عنہ سے ان آیات "ما کذب الفؤد وما رأی" اور "ولقد راہ نزلۃ اخریٰ" کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ کہ آپ ﷺ نے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیکھا۔(۵۹)

اور صحابی رسول جس نے وحی الٰہی کو پایا ہو، جب قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر بیان کر دے کہ یہ فلاں کے بارے نازل ہوئی ہے تو علماء تفسیر کے نزدیک بالاتفاق وہ حدیث سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی لئے ان علماء کرام نے اپنی اپنی مسانید میں اس کو لائے ہیں۔ اور اسے حضرت ابوالعالیہ البراء نے سیدنا ابن عباس سے روایت کیا ہے جو زاہد اور متقی تھی اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔

الجواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "اسراء بالجسد" کا انکار ثابت نہیں ہے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ نے دل مبارک سے دو مرتبہ دکھا، تو یہ آنکھ سے دیکھنے کے منافی نہیں ہے۔ ہم عنقریب اسے رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں "اختلاف علماء" میں ذکر کریں گے۔

اور جب کوئی صحابی کسی آیت کی تفسیر بیان کرے تو اس پر اعماد واجب ہے جب تک کہ اس کے متعلق کسی اور کا کوئی قول نہ ہے۔ کیونکہ تب کوئی ایسا نہیں ہوگا کہ جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہو کہ اس کا قول دوسرے کے مقابلے میں زیادہ قابل اعتماد ہے۔

---

(۵۹)......صحیح مسلم، جلد:۱، صفحہ:۱۵۸

اوراس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں کے اقوال بھی ہیں۔ایک قول کے مطابق اس آیت کا مطلب ہے کہ دل نے آنکھ کے دیکھنے کو غیر حقیقی قرار نہیں دیا بلکہ اس کے دیکھنے کی تصدیق کی ہے۔

اورایک قول یہ ہے کہ ''ما کذب الفؤد ما رأی'' کا معنی ہے: آپ ﷺ کی زبان تم لوگوں کو جو کچھ بیان کرتی ہے وہ دل کی روایت ہے اور دل نے جس کا اعتقاد کیا ہے وہ معلوم صحیح ہے، خواب یا خیال نہیں ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى ٥ (٦٠)

یعنی تم ان سے اس بارے میں جھگڑتے ہو جس کا انہوں نے مشاہدہ کیا ہے۔''تمارونه'' کا معنی ہے ''تجحدونه'' یعنی تم جھگڑا کرتے ہو۔

اورایک قول یہ ہے کہ آنکھ نے جو کچھ دیکھا، دل نے اسے جھوٹ نہیں جانا۔اور یہ زیادہ واضح اور روشن قول ہے۔اور آنکھ سے دیکھنے پر پہلے دو اقوال سے زیادہ تصریح ہے۔

یہاں ایک آیت دوسری آیت کے مقابلے میں بھی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ٥ (٦١)

---

(٦٠)......سورۃ النجم، آیت:١٢

(٦١)......سورۃ النجم

نہ آنکھ جھپکی اور نہ حد سے بڑھی۔

مازاغ: کا مطلب ہے جو کچھ آنکھ کو دیکھایا جا رہا تھا اس آنکھ نے اس سے عدول نہیں کیا۔

وماطغی: کا مطلب ہے کہ آنکھ نے اس کے علاوہ کچھ نہ دیکھنا چاہا۔

یہاں امر (دیکھنے) کی نسبت آنکھ کی طرف ہے۔ یعنی آنکھ نہ تو دنیا کی کسی چیز کی طرف متوجہ ہوئی نہ ہی اللہ جل جلالہ کو چھوڑ کر کسی اور آیات، کرامات، جنت اور دوزخ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور جو سمندر دیکھ رہا ہو چشموں اور نہروں کی طرف اس کی توجہ کم ہی جائے گی۔

جب دو آیتوں میں تقابل آ جائے تو دونوں میں جس حد تک ممکن ہو تطبیق پیدا کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور جب تک دونوں کو ظاہر پر محمول کرنا محال نہ ہو تو دونوں کو اکٹھا کرنا صحیح ہوتا ہے۔

(لہذا ان دونوں آیتوں میں تطبیق یوں ہو گی) دل اور آنکھوں کا دیکھنا دو مرتبہ مختلف مقام پر ہوا اور اس کی دلیل ان آیتوں کا دو ہونا ہے۔

یا پھر یہ ہے کہ دوسری آیت پہلی کی تفسیر ہو اس اعتبار سے کہ دیکھنا مختلف تھا مقامات کے مختلف ہونے کے اعتبار سے۔ دل کا دیکھنا بھی منصوص علیہ ہے اور آنکھ کا دیکھنا بھی منصوص علیہ لہذا یہ دو مختلف واقعات ہے اور دو مختلف مقام مات پر دو مرتبہ رؤیت ہوئی، ایک دل کے ساتھ اور ایک آنکھ کے ساتھ۔

☆ **فصل......**

اسراء کی رات رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسراء کی رات اللہ تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا ہے اور تمام شیعوں کا بھی یہی قول ہے۔

اسی طرح صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں "جس نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔"

جامع ترمذی میں ابو عیسیٰ ترمذی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں بے شک آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اور حضرت کعب بن مالک کا بھی یہی قول ہے۔ (۶۲)

ابو الحسین علی بن اسماعیل الاشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا

(۶۲)...... جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد: ۵، صفحہ: ۳۵۹، حضرت کعب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے رؤیت اور کلام کو حضرت موسیٰ اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے مابین تقسیم فرمایا، موسیٰ علیہ السلام نے دو مرتبہ اللہ سے کلام کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا۔

فرمایا: ہر نبی کو کوئی نشانی دی جاتی ہے تو ہمارے نبی ﷺ کو یہی نشانی کے طور پر عطا ہوا اور انہیں تمام انبیاء کرام علیھم السلام سے اپنے دیدار کے ساتھ فضیلت بخشی۔ (۶۳)

اور امام عبدالرزاق کی تفسیر میں معمر، زھری سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت عائشہ کے انکار کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہمارے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ جاننے والی نہ تھیں۔ (۶۴)

اور حضرت ابو ہریرہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس کے ساتھ ہیں۔ (۶۵)

اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار گراں گزرتا تھا۔

اور نقاش نے اپنی تفسیر میں حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا کیا نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ جواب میں کہتے رہے: دیکھا ہے، دیکھا ہے یہاں تک کہ آپکی آواز منقطع ہوگئی۔ (۶۶)

---

(۶۳)......الشفاء، جلد:۱، صفحہ:۱۴۰

(۶۴)......تفسیر عبدالرزاق، جلد:۲، صفحہ:۲۵۲

(۶۵)......الشفاء، جلد:۱، صفحہ:۱۴۰

(۶۶)......المرجع السابق

یہ حضرت امام احمد بن حنبل کے بارے میں مشہور ہے لیکن یہاں میں نقاش کے قول کو کافی نہیں سمجھتا کیوں یہ اہل تفسیر کے نزدیک کذاب ہے۔

حضرت ذوالنسبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ کے رب تعالیٰ کو دیکھنے کے بارے میں نہ تو آپ ﷺ سے احادیث متواترہ ثابت ہیں جو علم اور عمل کو واجب کر دیں اور اس بارے میں کفایت کر جائیں اور نہ ہی قرآن کریم سے کوئی نص ثابت ہے جو اس معاملے میں کافی ہو۔ کیونکہ سورت النجم کی دونوں آیتوں کی تاویل کی گئی ہے ان دونوں کی تفسیر میں تنازع ہے اور یہ ایات دونوں طرح کا احتمال رکھتی ہیں۔

قاضی عیاض بن موسیٰ کہتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث انکار میں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اثبات میں، لیکن دونوں کی سندیں نبی کریم ﷺ تک نہیں پہنچتیں کہ اس میں سے ایک پر عمل واجب ہو۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے اعتقاد کے مطابق بیان کیا ہے۔ اور ان میں سے جس نے معراج کی رات نبی کریم ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت کیا ہے اس نے رؤیت جبل سے استدلال کر کے نبی کریم ﷺ کیلئے رؤیت کو جائز قرار دیا۔ (٦٧)

(٦٧)...... الشفاء، جلد: ١، صفحہ: ١٤٠

حضرت ذوالنسبین رضی اللہ عنہ (علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ کا رد کرتے ہوئے) کہتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت جسے امام ابو عبداللہ احمد بن حنبل نے اسے اپنی مسند میں اسود بن عامر کے طریق سے ذکر کیا ہے، نبی کریم ﷺ تک مرفوع ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"رأیت ربی تبارك وتعالیٰ"

میں نے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے۔(٦٨)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

(٦٨)......مسند الامام احمد، جلد:١، صفحہ:٢٨٥

فصل ......☆

آخرت میں دیدار الٰہی جل جلالہ

اہل جنت کا اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا حق ہے جو کہ کتاب اللہ اور ثقہ راویوں سے مروی احادیث سے ثابت ہے اسے امام بخاری اور مسلم رحمتہ اللہ علیہما نے اپنی صحیحین میں ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ محدثین نے بھی ذکر کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں میں نے اس مسئلہ میں ایک الگ جزء تحریر کیا ہے جس میں پچیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے ۔ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت ابو بکر، حضرت علی، حضرت عمار، حضرت زید بن حارث، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید خذری، حضرت حذیفہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابو ہریرہ ،حضرت صہیب ، حضرت ابو رزین عقیلی، حضرت انس، حضرت کعب بن عجرہ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت عدی بن حاتم اور جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم۔

اور یہ حدیث متواتر ہے۔(٦٩)

مصنف علیہ الرحمہ اپنی مختلف اسناد کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے رسول اللہ ﷺ نے چودیں کے چاند کو دیکھا تو فرمایا عنقریب تم اپنے رب کو قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے ایسے ہی دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیکھنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اگر تم طاقت رکھتے ہو تو جہاں تک ممکن ہو سکے فجر اور عصر کی نماز میں کوتاہی نہ کرو۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا۝ (٧٠)

طلوع شمس اور غروب شمس سے قبل اپنے رب کی تسبیح کیجئے۔(٧١)

اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے اور یہ اصول دین میں ایک اصل ہے اور اشکالات کو رفع اور احتمالات کو ختم کر دیتی ہے۔ کیونکہ معتزلہ نے حضور ﷺ کے فرمان کہ "تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے

(٦٩)...... حدیث متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے تمام رواۃ عادل تام الضبط ہوں اور روایت کرنے والے اتنے کثیر ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو اور خبر واحد اس حدیث پاک کو کہتے ہیں جسکو ایک ثقہ راوی روایت کرے۔

(٧٠)......سورۃ ق، آیت:٣٩

(٧١)......صحیح بخاری، جلد:١، صفحہ:١٩٠، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، جلد:١، صفحہ:٢٣٩

ہو'' کی یہ تاویل کی ہے کہ یہاں رویت سے مراد ''علم'' ہے (یعنی تم اللہ تعالیٰ کو جان لو گے) کیونکہ مومن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو بقدر ضرورت پہچانیں گے۔

یہ معتزلہ کی خطا ہے کیونکہ لفظ ''رؤیت'' جب علم کی معنی میں ہو تو دو مفعولوں کا متقاضی ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے ''رأیت زیدا فقیھا'' میں نے جان لیا کہ زید فقیہ ہے۔ لیکن جب اس کو مطلقا ذکر جائے تو اس مراد آنکھ سے دیکھنا ہوتا ہے اور اس کی تاکید نبی کریم ﷺ کے فرمان سے بھی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے رؤیت باری تعالیٰ کو چاند کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور چاند کو آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے علم سے نہیں۔

دوسرا یہ کہ اس حدیث میں ہے ''اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ عَیَانًا'' (۷۲) یہ الفاظ ہر قسم کے اشکالات اور احتمالات کو رفع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ رؤیت اگرچہ علم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن جب اس کے ساتھ لفظ ''عیانا'' آجائے تو آنکھوں سے دیکھنے کے علاوہ کسی معنی کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے ''رأیت زیدا معاینة و عیانا'' میں نے زید کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ قول رؤیت بمعنی علم کا احتمال نہیں رکھتا جس طرح ''رأیت زیدا بقلبی'' آنکھوں سے دیکھنے کا احتمال نہیں رکھتا۔

(۷۲)...... صحیح بخاری، کتاب التوحید، جلد:۴، صفحہ:۳۹۰ عن ابی شہاب، المعجم الکبیر، جلد:۲، صفحہ: ۳۳۳، عن جریر بن عبداللہ

نبی کریم ﷺ کا رؤیتہ کے بعد نمازوں کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ نمازوں کی حفاظت کرنا جنت اور رؤیت باری تعالیٰ کے حصول کا قوی ذریعہ ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان کہ ”جب تک ہو سکے فجر اور عصر کی نمازوں میں کوتاہی نہ کرو“ آپ ﷺ نے ان دو نمازوں کو اس لئے تاکید کے ساتھ ذکر فرمایا کہ عام طور پر یہی نمازیں فوت ہوتی ہیں۔ نماز فجر لوگوں کی نیند اور غفلت کی وجہ سے اور عصر کی نماز کا وقت تب ہوتا ہے جب زیادہ تر لوگ دنیاوی کاموں میں مگن ہوتے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ ان دونوں میں تاخیر کرنا مکروہ وقت تک لے جاتا ہے۔

یہ دو نمازیں جن کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، ان میں دن اور رات کے فرشتے اترتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رات اور دن کے فرشتے باری باری تمہارے درمیان اترتے ہیں اور عصر اور فجر کی نمازوں میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر جنہوں نے تم میں رات بسر کی ہوتی وہ آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ تو فرشتے جواب دیتے ہیں۔ اے اللہ! ہم انہیں چھوڑ کر آئے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تب بھی وہ نماز میں مشغول تھے۔ (۷۳)

(۷۳)......الموطا للامام مالک، صفحہ: ۱۳۲، صحیح مسلم، جلد: ۱، صفحہ: ۴۳۹

فجر کی نماز میں یہ حکمت بھی ہے کہ دن کا آغاز نیک کام سے ہو اور عصر اس لیے کہ یہ دن کی نمازوں میں سے آخری نماز ہے تو نبی علیہ السلام نے اپنی امت پر شفقت کا ارادہ فرمایا تا کہ وہ دن کے آخری لمحات میں ایسی نماز پر جمع ہوں جو رب ذوالجلال کی طرف بلند ہونے والی ہے تا کہ یہ پورے دن کی تمام خطاؤں کیلئے کفارہ ہو جائے۔

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حامد بن یحییٰ نے کہا کہ سفیان بن عیینہ سے کہا گیا کہ بشر المریسی کہتا ہے ''اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن نہیں دیکھا جائے گا'' تو سفیان بن عیینہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس حقیر جانور کو قتل کرے کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ (۷۴)

ہرگز نہیں! یہ لوگ اس دن اپنے رب سے پردے میں رکھے جائیں گے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حجاب کو اپنے دشمنوں کیلئے عقوبت اور سزا قرار دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ دوستوں اور دشمنوں دونوں سے حجاب فرمائے گا تو پھر اولیاء اللہ کی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر کیا فضیلت باقی رہ جاتی ہے؟

حضرت ذوالنسبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کے ممکن ہونے پر دلیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ

(۷۴)......سورۃ المطففین، آیت: ۱۵

السلام کے سوال کرنے پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے ثابت رہ جانے کی شرط لگائی تھی اور رؤیت کو محال قرار نہیں فرمایا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایسی چیز کے ساتھ مقید فرما دیتا جس کا ہونا محال ہے (حالانکہ پہاڑ کا ثابت قدم رہنا محال نہیں ہے۔) جس طرح اللہ تعالیٰ نے کافروں کے جنت میں داخل ہونے کو اونٹ کے سوئی کے سوراخ سے گزر جانے سے مشروط قرار دیا ہے لہذا جس طرح اونٹ کا سوئی کے سوراخ سے گزرنا محال ہے اسی طرح کافروں کا جنت میں داخل ہونا بھی محال ہے۔

مسلمان اس میں شک نہیں کرتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بھی خوب عارف تھے اور کس چیز کا سوال کرنا جائز ہے اور کس کا ناجائز، اس سے بھی خوب آگاہ تھے۔ اگر ان کے نزدیک رب تعالیٰ کا دیدار محال ہوتا تو وہ اس کا سوال نہ کرتے اور اس کا سوال کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتے۔ جیسے کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے اس کے شریک یا بیوی بنا لینے کا سوال کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں عقلاً جائز ہے لیکن اس کا وجوع اور مشاہدہ اس غیب سے تعلق رکھتا ہے جسے صرف وہی شخص جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: تو مجھے نہیں دیکھ سکتا اسکا مطلب یہ ہے کہ تو مجھے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور تو میرے دیدار کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے ایک مثال بیان فرمائی جوان سے زیادہ

قوی اور ثابت تھی اور وہ کوہِ طور تھا۔ لہذا اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے محال اور ممتنع ہونے پر کوئی دلیل قاطع نہیں، کیونکہ جو چیز بھی موجود ہے اسکا دیکھنا جائز ہے محال نہیں۔ (۷۵)

اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''لا تدرکہ الابصار'' (آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں) سے دلیل پکڑی ہے کہ اسکا دیکھنا محال ہے، تو اس آیت کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: کفار کی آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکیں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ باری تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔

اور بعض نے یہ کہا: آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں لیکن آنکھ والے اسے دیکھ سکتے ہیں۔

یہ تمام تاویلات رؤیت باری کے ناممکن اور محال ہونے کی متقاضی نہیں ہیں۔ اور جب کئی تاویلات ہوں اور کئی احتمالات پیدا ہو جائیں تو وہ دلیل قاطع نہیں بن سکتے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا ''تبت الیک'' میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں۔

---

(۷۵)...... قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے بھی اس سے ملتا جلتا کلام کیا ہے۔

دیکھئے، الشفاء، جلد:۱، صفحہ:۱۴۱

اسکا مطلب ہے اس سوال کرنے کی توبہ کرتا ہو جسے تو نے میرے لیے مقدر نہ فرمایا تھا۔ جب دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اس وجہ سے ممتنع ہو گیا کہ مخلوق کی آنکھوں کو دنیا میں یہ قوت ادراک عطا نہیں کی گئی تو فرمان باری تعالیٰ ''وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ اِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ'' کا ایک ہی معنی ہوگا کہ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گی۔

بے شک آپ ﷺ نے فرمایا جان لو کہ تم میں کوئی بھی ہرگز رب کو نہیں دیکھ سکتا یہاں تک کہ مر جائے۔ (۷۶) یہ ایسی نص ہے جس سے تمام اشکالات اٹھ جاتے ہیں سوائے اہل بدعت وہوا کے (کیونکہ ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔)

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ نے بیان کیا ہے، اور مجھے چالیس شیوخ نے ان سے یہ روایت بیان کی جن میں سے دوان کے بیٹے تھے ایک کا نام ابوعبد اللہ محمد اور دوسرے کا نام ابومحمد عمران ہے کہ امام ابوعبداللہ مالک بن انس نے فرمایا: دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہے (اور ہماری آنکھیں فانی ہیں) اور فانی چیز کے ساتھ باقی کو نہیں دیکھا جا سکتا۔ اور جب روز قیامت ہوگا تو لوگوں کو دوسری آنکھوں سے نواز دیا جائے گا جو صفت بقا سے موصوف ہوں گی، تب باقی کے ساتھ باقی کا دیدار کیا جائے گا۔ (۷۷)

(۷۶)......صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، جلد:۴، صفحہ:۲۲۴۵

(۷۷)......الشفاء، جلد:۱، صفحہ:۱۴۲

رسول اکرم ﷺ سے منقول آثار صحیحہ کتاب اللہ کیلئے مبین (یعنی اس کی
ضاحت کرنے والے) ہیں۔ اس کا انکار صرف جھگڑالو اور بغض وعناد والا ہی
کر سکتا ہے۔ انہیں میں سے حضرت جریر رضی اللہ عنہ والی حدیث پاک ہے جو ہم گذشتہ
صفحات میں ذکر کر آئے ہیں اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث پاک جسے
امام بخاری نے کتاب التوحید میں بیان کیا ہے۔(۷۸)

صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یا
رسول اللہ ﷺ کیا ہم ہمارے رب کو دیکھیں ہیں؟ فرمایا: ہاں، پھر فرمایا، کیا دن
میں چاشت کے وقت جب کہ آسمان صاف ہو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی مشکل
پیش آتی ہے اور کیا چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے
جب کہ آسمان صاف ہو؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا بالکل نہیں یا رسول اللہ
ﷺ۔ فرمایا: ایسے ہی تم قیامت کے دن اپنے رب کریم کو دیکھو گے۔(۷۹)

اور انہیں روایات میں سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی حدیث پاک ہے
ابو عمران الجونی کی روایت سے، ان کا نام عبد الملک بن حبیب ہے، یہ ابو بکر بن
عبد اللہ بن قیس سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا:

(۷۸)......صحیح بخاری، کتاب التوحید، جلد:۴، صفحہ:۴۹۱

(۷۹)......صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد:۱، صفحہ:۱۶۷

دو جنتیں ایسی ہیں جس کے برتن اور باقی سامان چاندی کا ہے۔ اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ اس کے برتن اور باقی سامان سونے کا ہے۔ لوگوں اور رب تعالیٰ کے دیدار کے درمیان اسکی کبرائی کی چادر ہوگی جو کہ اس کے چہرے پر ہوگی جنت عدن میں۔ (۸۰)

الکبریاء: کبر سے ''فِعْلِیَآء'' کا وزن ہے، جس کا معنی عظمت، بادشاہی اور سلطانی ہے۔ کبریائی اور عظمت اللہ تعالیٰ کی دو ایسی صفتیں ہیں جو صرف اسی کے ساتھ خاص ہیں، ان میں کوئی اس شریک نہیں۔ اور نہ ہی مخلوق اس لائق ہے کہ اس کو یہ عطا کی جائیں۔ جسطرح کہ حضرت ابو سعید خذری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

عزت میرا تہبند ہے اور کبریائی میری چادر ہے، جو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے عذاب دوں گا۔ (۸۱)

اور صحیح مسلم میں ''کتاب البر والصلۃ'' کے باب ''تحریم الظلم'' میں ہے:

کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند جو کوئی ان دونوں میں سے کسی کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔ (۸۲)

---

(۸۰)......صحیح بخاری، کتاب التوحید، جلد:۱، صفحہ:۳۹۳، صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد:۱، صفحہ:۱۶۳

(۸۱)......صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ، جلد:۲، صفحہ:۲۰۲۳ (۸۲)......المرجع السابق

جس طرح انسان اپنی چادر اور تہبند میں کسی کو شریک نہیں کرتا ایسے ہی
اللہ تعالیٰ بھی مخلوق کو کبریائی اور عظمت میں شریک نہیں فرماتا۔ اور بے شک غلامی کا
یقین رکھتے ہوئے عاجزی اور خاکساری اپنانا ہی مخلوق کی صفت ہے۔

اور نبی علیہ السلام کا یہ فرمان ''رداء الکبریاء علی وجهه''
یہ اہل عرب کے مجازات و استعارات میں سے ہے کہ وہ صفت لازمہ کو
ب یعنی لباس سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں: ''شعار فلان الزهد'' زہد،
ںاس کی صفت لازمہ ہے۔

شعاران کپڑوں کو کہتے ہیں جو بدن کے ساتھ ملے ہوں۔ اور اسی طرح
کہا جاتا ہے ''لباسه التقوی'' تقوی و پرہیزگاری فلاں کا لباس ہے یعنی اس کی
صفت لازمہ ہے۔

یہاں بھی مراد اللہ تعالیٰ کی صفت لازمہ ہے جو صرف اسی کے ساتھ خاص
ہے اور ان صفات کے کوئی اور لائق ہی نہیں، باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اور انہیں (احادیث) میں سے حضرت صہیب بن سنان کی روایت ہے
وہ اولین مہاجرین میں سے تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ
نے جنگ بدر کے تمام مومنین شرکاء کو بخش دیا ہے۔) کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:
جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کونسی نعمت
میں تمہارے لئے زیادہ کردوں؟ وہ کہیں گے:

کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا، کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی (اور اس سے زیادہ انعام واکرام کیا ہوسکتا ہے) اسی ثناء میں اللہ تعالیٰ پردوں کو ہٹا دے گا تو ان کو عطا کی گئی نعمتوں میں سے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہ ہوگی۔ (۸۳)

اس بارے میں بہت احادیث مبارکہ ہیں اور جتنی ہم نے ذکر کر دی ہیں یہ اس شخص کیلئے کافی ہے جسے اللہ تعالیٰ (حق بات کو قبول کرنے کی) توفیق بخشے۔ اور یزید بن ہارون اس حدیث کے بارے کہا کرتے تھے، جو اس حدیث کو جھٹلائے وہ زندیق ہے یا کافر ہے۔

یہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ ونظریہ ہے اور اہل سنت وجماعت بھی اسی کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو آخرت میں آنکھوں کے ساتھ دیکھا جائے گا اور جنتی لوگ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے جو عزت وناز کا مقام ہے۔

پس کتاب اللہ کا بعض حصہ دوسرے بعض کی تصدیق کرتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ ''لا تدرکہ الابصار'' کا معنیٰ ''الی ربھا ناظرۃ'' کا غیر ہے۔ اور ''لا تدرکہ الابصار'' کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں مخلوق، اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی اور آخرت میں دیکھ سکتی ہے۔ اس دلیل کی بنیاد پر جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ اس لیے کہ انہیں قرآن مجید کا حکم پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے پس اللہ

(۸۳)......صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد:۱، صفحہ:۱۶۳

تعالیٰ نے مومنوں کو اپنے دیدار کے ساتھ خاص فرمالیا اور کافروں کو اس سے محروم رکھا ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے قول کی تشریح:

آپ کا قول ہے ''کنا عند النبی اذ نظر الی القمر لیلة البدر''

ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ تھے جب آپ ﷺ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا:

القمر: اس کی اصل ''القمرة'' ہے جس کا معنی بیاض (سفیدی) ہے۔ اور قمر کی جمع ''اقمار'' آتی ہے۔ جب ''القَمَرَان'' کہا جاتا ہے تو اس سے مراد سورج اور چاند دونوں ہوتے ہیں۔ جیسے ''العُمَرَان'' بول کر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما مراد لیے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے ''جلسنا فی القمراء'' (ہم چاندنی میں بیٹھے) اور یہ نہیں کہا جاتا ہے ''جلسنا فی القمر'' کہ ہم چاند میں بیٹھے۔

البدر: چودھویں کو کہتے ہیں، اور اسے بدر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ایک مکمل رات ہوتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے ''غلام بدر'' اور ''جارية بدرة'' جب کوئی غلام یا لونڈی مکمل ہو جائے۔ اور اسی طرح دس ہزار درھم کو ''بدرة'' کہتے ہیں کیونکہ یہ عدد کا تمام ہے۔

اور آپ ﷺ کا فرمان ''لا تضامون فی رؤیتہ''

''لا تضامون'' ان الفاظ کو سات وجوہ سے روایت کیا گیا ہے:

وجہ اول: ''لَا تُضَامُّوْنَ'' میم کی شد اور تاء کے ضمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے وقت ایسا خفاء اور پوشیدگی نہیں ہوگی کہ لوگ ایک دوسرے میں ضم ہونے لگ جائیں جیسے چاند کو دیکھتے ہوئے لوگ ایک دوسرے میں ضم نہیں ہوتے (یعنی جھرمٹ اور گمسان نہیں ہوتا) بلکہ تم اپنے رب کو ظاہر دیکھو گے اسکو دیکھنے کے لیے کوئی کسی کی مدد کا محتاج نہ ہوگا۔

وجہ ثانی: ''لَا تَضَامُّوْنَ'' تاء کے فتحہ اور میم کی شد کے ساتھ۔ س وقت یہ ''تفاعلون'' کے وزن پر ہوگا، جس کی ایک تاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ گویا کہ یہ اصل میں ''تتضامون'' تھا۔

تیسری وجہ: ''لا تُضَامُوْن'' میم کی تخفیف اور تاء کے ضمہ کے ساتھ، اس صورت میں یہ ''الضیم'' سے فعل مجہول ہوگا جس کا معنی ظلم ہوہے۔ یعنی دیدار باری تعالیٰ کے بارے میں تم پر ظلم نہیں کیا جائیگا کہ بعض کو دیدار ہو اور بعض کو اس محروم رکھا جائے۔

چوتھی اور پانچویں وجہ: ''لَا تَضَارُّوْنَ'' اور ''لَا تُضَارُّوْنَ'' راء کی شدید کے ساتھ اور تاء کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ، اس کا معنی ہے نہ تمہیں کوئی نقصان پہنچائے گا اور نہ ہی تم کسی کو نقصان پہنچاؤ گے، لڑائی جھگڑا کر کے، کیونکہ

ایسا تب ہوتا ہے جب دیکھی جانے والی چیز ایک معین وقت اور مخصوص مقام پر ہی متصور ہو اور یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہیں۔

چھٹی وجہ: ''لَا تُضَارُّوْنَ'' راء کی تخفیف کے ساتھ اس وقت یہ ''ضیر'' سے مشتق ہو گا (جس کا معنی مخالفت اور منازعت ہے) یعنی تم ایک دوسرے کی مخالفت نہیں کرو گے، ایک دوسرے کو جھٹلا کر یا جھگڑ کر۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''لَا تُضَارُّوْنَ'' کا معنی ''لا تضایقون'' بمعنی مزاحمت کرنا۔ یعنی تم ایک دوسرے سے مزاحمت نہیں کرو گے۔

ساتویں وجہ: اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں ''باب فضل صلاۃ الفجر'' میں ذکر کیا ہے، ''لا تضامون یا لا تضاھون'' یعنی تم اپنے رب کو کسی غیر سے مشابہ نہیں پاؤ گے۔ المضاھاۃ کا معنی المشابھۃ ہے۔

یاد رہے کہ ان احادیث میں خالق کو مخلوق سے تشبیہ نہیں دی جا رہی بلکہ نظر کو نظر سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اور چاند کا دیکھنا ایک جیسا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ چاند کا جسم متحیز (ایک ہی جگہ پر منحصر جسم) ہے جس کی خاص کیفیت (حالت) ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے۔ اور رویت کا تعلق بشرط مقابلہ ایسے اجسام کے ساتھ جو ایک جگہ منحصر ہوں۔

ہم کہتے ہیں کہ اس سوال میں دو باتیں ہیں:

☆......اللہ تعالیٰ کا دیکھنا چاند کے دیکھنے کی طرح کیسے ہے۔

☆......جس چیز کا جسم نہ ہو اسکو دیکھا کیسے جائے گا۔

پہلی بات کا جواب: یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں (مثال دینے کیلئے) چاند کو خاص کیا ہے کیونکہ وہ رات کے وقت دیکھی جانے والی چیزوں میں سب سے واضح ہے، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے چودھویں رات کا چاند کہا، کیونکہ وہ نور کے لحاظ سے مکمل ترین ہوتا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ اس کو یوں دیکھا جائے گا کہ جس سے تمام شکوک وشبہات اٹھ جائیں گے۔(یعنی جس طرح رات کے وقت نور و چمک کی وجہ سے چاند کو دیکھنے میں کوئی شک ہوتا ہے نہ دشواری، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دیدار میں بھی کوئی دشواری اور شبہ نہیں ہوگا) اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا: تم اس کے دیکھنے میں شک نہیں کرو گے جس طرح کہ سات وجھوں میں اسکا ذکر گزر چکا ہے۔

دوسری بات کا جواب: یہ ہے کہ ہم مقابلہ، جسمیت اور شعاؤں کے اتصال کو رؤیت میں شرط عقلی نہیں بناتے۔ اور اگر ہمارے درمیان شاہد میں یہ عادت جاری ہو بھی تو وہ عادی ہو گی عقلی نہیں۔ اور عادی چیز کا اس اس ذات کے حق میں اٹھ جانا جائز ہے جس کے لیے مقابلہ اور جسمیت جائز نہ ہو۔

ارباب کلام نے اس کے جواز میں دو طریقے اختیار کئے ہیں۔ عقلی اور سمعی، عقلی طریقہ میں اشکالات، شکوک وشبہات اور ایسے سوالات وارد ہوتے

ہیں کہ دلائل کے باوجود ان سے دل مطمئن نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس صورت میں سمعیات جو کہ قرآن کریم اور احادیث کی صورت میں ہیں ان کی طرف متوجہ ہونا درست ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوالمعالیٰ نے آخری عمر میں اپنی تالیفات میں کے اندر سمعیات کی طرف رجوع کرلیا تھا۔ یہی حق ہے جس کی طرف ہر حق پرست عالم متوجہ ہوتا ہے۔

اور ابو عبداللہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ''النہایۃ'' میں واضح طور پر کہا ہے:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ رویت باری تعالیٰ کا وقوع مسئلہ سمعیہ ہے تو اس کے جواز کو بھی سمعیہ ہی بنانا چاہیے، بلاشبہ اس معاملے میں عقل استعمال کرنے سے ایسے اشکالات پیش آتے ہیں جن سے دل مطمئن نہیں ہوتا

یہ اس شخص کا کلام ہے جو اپنے اصحاب میں باریک بین مشہور ہے اور منقولات سے زیادہ معقولات کی طرف مائل ہے۔ اور میں (مصنف کتاب) اسکی اندرونی خباثتوں کی وجہ سے اسکے اعتقادات سے بری ہوں کیونکہ میرے خراسان کے شیوخ کی ایک جماعت نے مجھے بتایا کہ وہ ملحدین اور سرکشوں میں سے تھا اور یہ کسی بھی دین کا معتقد نہیں تھا۔ ایسے ہی ہمیں شیخ فقیہ امام شہاب الدین طوسی علیہ الرحمہ نے ہم سے کہا ہے۔

جب اس مسئلہ میں کلام سمعیات کی طرف لوٹ آیا ہے تو ہماری سب سے

قوی دلیل قرآن پاک کی وہ آیت ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں وارد ہوتی ہے۔ اور وہ حدیث پاک ہے جو نبی علیہ السلام سے صحیح ثابت ہے۔

پس ہم رؤیت باری تعالیٰ کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے ان صفات کی نفی کے قائل بھی ہیں جو نقص اور جسمیت کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ''لیس کمثلہ شیء'' (سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۱) (اسکی مثل کوئی شے نہیں) مماثلت کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ تو اصل صفات کا اعتقاد رکھا جائے اور مماثلت کی نفی کی جائے جس طرح ہم اسکی تمام صفات کے اصلی ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور مماثلت کی نفی کے معتقد ہیں۔ جیسے ہم اس کے وجود کی اصل کا اعتقاد رکھتے ہیں اور باقی تمام موجودات کے ساتھ اس کی مماثلت کی نفی کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فصل......☆

فوائد ونکات معراج

حدیث اسراء معراج میں اکسٹھ فوائد ہیں جنہیں ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکر کریں گے۔

<u>**پہلا فائدہ:**</u>

یہ فائدہ پہلے ذکر کر دینا ضروری ہے، حدیث اسراء سے جو اللہ تعالیٰ کیلئے تشبیہ وہم پیدا ہوتا ہے اس پر بحث کریں گے اور پھر باقی فوائد ذکر کریں گے۔
محدثین وفقہاء کی ایک جماعت نے حدیث اسراء سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں سے اوپر عرش پر ہے۔ حدیث معراج کے علاوہ بھی انہوں نے چند احادیث سے استدلال کیا ہے۔

(۱) حدیث نزول (۸۴)

(۸۴)......حدیث نزول سے مراد یہ حدیث ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا رب آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور کہتا ہے: ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا، میں اس کی دعا کو قبول فرمالوں، ہے کوئی مجھ سے سوال کرنے والا میں میں اس کو عطا کروں، ہے کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا، میں اس کی مغفرت فرمادوں۔ (صحیح بخاری، جلد: ۱، صفحہ: ۳۵۶، کتاب التہجد، حدیث نمبر ۱۱۴۵، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، جلد: ۱، صفحہ: ۵۲۱

(۲) ان الله خلق آدم علی صورته (۸۵)

(۳) باندی والی حدیث جس سے حضور علیہ السلام نے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا آسمان میں۔ (۸۶)

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانکنی کا واقعہ جب آپ نے عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ نکال دی تو وہ اللہ کے پاس گئے۔ (۸۷)

---

(۸۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا، حضرت آدم کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا تو حکم دیا کہ جاؤ اور اس بیٹھی ہوئی (ملائکہ) کی جماعت کو سلام کرو، اور سنو وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں۔ پس وہ تمہیں کو جواب دیں وہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام (اور اس کا جواب) ہوگا۔ تو آدم علیہ السلام نے جا کر کہا ''السلام علیکم'' تو فرشتوں نے جواباً کہا ''وعلیک السلام ورحمۃ اللہ'' یعنی فرشتوں نے ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ کیا۔۔۔۔۔۔۔۔ (صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، جلد:۴، صفحہ:۱۳۵، صحیح مسلم، جلد:۴، صفحہ:۲۱۸۳، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا)

(۸۶)...... حضرت معاویہ بن حکیم السلمی طویل حدیث میں فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا آسمانوں میں، آپ ﷺ نے پوچھا، میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے آزاد کردو یہ مومنہ باندی ہے۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، جلد:۱، صفحہ:۳۸۱۔۳۸۲

(۸۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملک الموت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پس آئے اور کہا: اپنے رب کا بلاوا قبول فرمایئے، تو انہوں نے تھپڑ مار کر ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں واپس لوٹ گئے اور عرض کیا: اے اللہ! تو نے

(۵) ان اللہ یجعل السمٰوٰت علی اصبع ۔(۸۸)

(۶)ان قلوب بنی آدم کلھابین اصبعین من اصابع الرحمن۔
بے شک تمام بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی مانند ہیں ۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے دلوں کو پھیرے والے! ہمارے دلوں کو تیری اطاعت کی طرف پھیر دے۔(۸۹)

ان احادیث کے بارے محدثین کا کہنا ہے کہ جس طرح یہ احادیث آئی ہیں ہم اسی طرح بلا کیف و بلا تشبیہ انکو روایت کرتے ہیں اور ان کا اقرار کرتے مجھے

ایسے آدمی کے پاس بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا اور اس نے میری آنکھ پھوڑ دی ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ کو درست فرما دیا۔(حدیث طویل ہے۔)(صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، جلد:۲،صفحہ:۴۷۸، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، جلد:۴،صفحہ:۱۸۴۲، مسند احمد، جلد:۱۶،صفحہ:۶۵، المصنف لعبد الرزاق، حدیث نمبر:۸۱۵۷)

(۸۸)......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی آیا اور کہا: اے محمد ﷺ! بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک انگلی پر آسمانوں کو رکھا ہے، ایک پر زمینوں کو، ایک پر پہاڑوں کو، ایک پر درختوں کو، اور ایک انگلی پر باقی مخلوق کو رکھا ہے اور پھر فرماتا ہے ''میں مالک ہوں۔'' تو رسول اللہ ﷺ مسکرائے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں نظر آنا شروع ہو گئیں، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔وما قدروا اللہ حق قدرہٖ ''اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو کما حقہ نہیں پہچانا۔(صحیح بخاری، جلد:۴،صفحہ:۳۸۶، صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واَحکامھم، جلد:۴،صفحہ:۲۱۴۷)

(۸۹)......صحیح مسلم، کتاب القدر، جلد:۴،صفحہ:۲۰۴۵

ہیں اور ان کی تاویل کیا ہے؟ اس کو اللہ پر چھوڑتے ہیں۔ یہ امام اشعری کے دو اقوال ہیں سے ایک ہے۔(۹۰)

ولید بن مسلم کہتے ہیں میں نے امام اوزاعی، سفیان ثوری، امام مالک اور ابن سعد رضی اللہ عنہم سے ان احادیث کے بارے میں سوال کیا جن میں صفات باری تعالیٰ کا ذکر ہے تو ان حضرات نے فرمایا ان کو ویسے ہی بلا کیف بیان کرو جیسے یہ ہم تک پہنچتی ہیں۔ تمام محدثین نے ان کو اسی طرح بیان کیا ہے اور باری تعالیٰ کے ساتھ (کسی چیز کو) تشبیہ دینے کی نفی کی ہے کیونکہ مخلوق میں اس کی مثل کوئی نہیں ہے۔ اس کی پیدا کردہ مخلوق میں سے کسی پر اسے قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی قیاس سے اس کا ادراک ہوسکتا ہے۔ نہ اسے لوگوں پر قیاس کیا جاسکتا ہے، نہ اسکی کوئی صفت بیان ہوسکتی ہے سوائے اس کے جو اس نے خود اپنی ذات کیلئے بیان فرمائی ہو یا اس کے محبوب رسول کریم ﷺ نے یا پھر جس پر امت مسلمہ کا اجماع ہوگیا ہو۔

علامہ ابن عبدالبر نے تمہید (۹۱) میں اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول اجلال فرمانے والی حدیث کے متعلق امام مالک کا یہ قول ذکر کیا ہے۔

''جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق سے تشبیہ دی مثلاً اس نیا رشاد باری تعالیٰ ''و قالت الیھود ید اللہ مغلولۃ'' کی تلاوت کی اور اپنی گردن کی

---

(۹۰)......الابانہ عن اصول الدیانہ صفحہ ۵۳۔۵۷۔۵۸

(۹۱)......التمہید، جلد: ۷، صفحہ: ۱۴۵۔۱۴۶

طرف اشارہ کیا، اورارشاد باری تعالیٰ "ھو السمیع العلیم" پڑھااور آنکھوں اور کانوں کی طرف اشارہ کیا یا بدن کے کسی اور عضو کی طرف اشارہ کیا تو اس کے بدن کا وہ عضو کاٹ دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات سے تشبیہ دی ہے۔

پھر امام مالک نے (دلیل پیش کرتے ہوئے) فرمایا:

کیا آپ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا قول نہیں سنا جب وہ حضور ﷺ کی حدیث بیان کر رہے تھے "چار جانوروں کی قربانی نہ کرو" تو حضرت براء نے ہاتھ کے ساتھ اس طرح اشارہ کیا جس طرح نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا لیکن ساتھ ہی فرمادیا: میرا ہاتھ حضور علیہ السلام کے ہاتھ سے کمتر ہے۔

آپ نے ایسا حضور علیہ السلام کے اجلال شان کی خاطر کہا حالانکہ آپ ﷺ مخلوق ہیں، تو پھر خالق (جل جلالہ) کے ساتھ کسی کو تشبیہ کیسے دی جاسکتی ہے جس کی مثل کوئی شے نہیں۔ واللہ اعلم۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے الشفاء میں امام مالک کا قول ذکر کیا ہے۔

"جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا وصف بیان کرتے ہوئے اپنے جسم کے کسی حصے، ہاتھ کان یا آنکھ کی طرف اشارہ کیا تو اس کا وہ حصہ کاٹ دیا جائے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات سے تشبیہ دی۔ (۹۲)

ذوالنسبین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(۹۲)......الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۲۰

فقہاء اسلام کے نزدیک یہ لازم نہیں آتا اور نہ امام مالک سے یہ روایت کرنا درست ہے کیونکہ ابن وہب نے روایت کرنے والا حرملہ بن یحیٰی ہے جس پر جرح کرتے ہوئے ابو حاتم رازی نے فرمایا ''حرملہ قابل حجت نہیں''، اور یحیٰی بن معین نے کہا ''میں مصر آیا تو دیکھا کہ لوگ حرملہ کے متعلق کلام کرتے ہیں۔''

دراصل اس مسئلہ (اپنے اعضاء کو ذات باری تعالیٰ پر قیاس کرنے) میں حکم یہ ہے کہ اس سے توبہ کا تقاضا کیا جائے گا اگر توبہ کرلے تو قبول، ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا۔ ہاں اگر کسی شبہ کا ازالہ کرنا مقصود ہو تو رسول اللہ ﷺ سے اس کا جواز ثابت ہے اور آپ ﷺ جیسی رائے اور قول کسی دوسرے کا نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ امام بخاری نے ''کتاب التوحید'' میں روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے دجال کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے اور آپ نے ہاتھ سے آنکھ کی طرف اشارہ کیا، بے شک دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے اسکی یہ آنکھ پکے ہوئے انگور کی مانند ہوگی۔ (۹۳)

اللہ تعالیٰ سے کانے پن کی نفی اور دجال میں اس کا اثبات اللہ تعالیٰ سے عیب اور نقص کی نفی ہے اور بڑے نقائص میں سے یہ ہے کہ کسی میں زخم ثابت کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے کانے پن کی نفی کا معنی یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ناقص

(۹۳)......صحیح بخاری، جلد: ۴، صفحہ: ۳۸۵

الادراک'' نہیں ہے۔

دوسرا فائدہ:

یہ بھی پہلے فائدے کی طرح اثبات تشبیہ کی نفی کے بارے میں ہے لیکن اس میں جہت ومکان کی نفی کو مخصوص کیا گیا ہے۔

یادرکھو کہ اس مسئلہ میں گفتگو کا مدار ''لفظ'' ہوگا یا ''معنیٰ''۔ اگر ہم لفظ کو گفتگو کا مدار بنائیں تو تاویل کرنا واجب ہے اور جب تاویل کا در کھل جائے تو جہت ومکان کے مدعی کے پاس کوئی دلیل باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ آسمان، (سماء) قرآنی اور نبوی لغت میں مونث بالف ممدودہ ہے جس کی جمع ''سمٰوٰت'' آتی ہے اس کا مادہ اشتقاق ''السمو'' ہے یعنی بلندی اور اسی سے ہے ''سماء البیت'' یعنی گھر کی چھت۔ سماء ہر بلند چیز کیلئے اسم ہے۔ ہر چیز کی اوپر کی سطح کو سماء کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے:

واحمر کالدیباج أما سماؤه

فریا واما ارضه فممحول

السماء اس جگہ اسم مشترک ہے جس سے بلندی مراد ہے ہر بلند چیز کو آسمان کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے، سما جدك؛ یعنی علا جدك؛ تیری شان بلند

ہے، امروٗالقیس نے کہا

سموت الیھا بعد ما نام اھلھا

سمو حباب الماء حالا علی حال

میں اس کی طرف چڑھا (گیا) جب اس کے گھر والے سو گئے۔ پانی کے بلبلے کی طرح ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف۔

اس مقام کے لائق تاویل یہ ہی ہے کہ سماء، علو کے معنی میں ہچس کا معنی ہے بلندی (حضور علیہ السلام بلندی کی طرف گئے) جیسا کہ ہم ذکر کر چکے۔

اور اگر ہم اس لفظ کی لغوی مسمیات کی شرح کرنے لگ جائیں تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔

اور اگر ہم معنی کو کلام کا مدار بنائیں تو عقل دو جہتوں سے جہت و مکان کے بطلان کا تقاضا کرتی ہے اور دونوں ہی صورتیں پختہ ہیں۔

(۱)...... اگر جہت کو مقدر مان لیا جائے تو ایک کمال کی نفی ہو گی کہ جہت نہیں تو کمال بھی نہیں۔ حالانکہ خالق کائنات اپنی ذات میں کسی بھی ایسے کمال سے بے نیاز ہے جس کے نہ ہونے سے اس کی ذات کامل نہ ہوتی ہو۔

(۲)...... جہت قدیم ہو گی یا حادث، اگر جہت کو قدیم مانا جائے تو دو محال لازم آتے ہیں:

(الف) ایک یہ کہ ازل میں باری تعالیٰ کے ساتھ اس کا غیر بھی ہو اور

دو قدیموں میں سے ایک، دوسرے کیلئے مکان بنے ایسا جائز نہیں کیونکہ اس سے ایک کا اول اور دوسرے کا آخر ہونا لازم آئے گا۔

(ب) جہت اور مکان دونوں جسم ہوں، اور یہ صورت ازل میں اجسام کے وجود کی طرف لے جاتی ہے اور اس سے عالم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے۔ میں ایسے مذہب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو ایسی بات کی طرف لے جائے۔ اور اگر جہت حادث ہو تو قدیم، حادث کا محتاج کیسے ہو سکتا ہے وہ تو اس کے ہونے سے قبل بھی اس سے بے نیاز تھا اور بعد میں بھی بے نیاز ہی رہے گا۔

اس میں ایک تیسرا محال بھی ہے جو دو تقدیروں کو جمع کرتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر جہت کو مقدر مانا جائے تو یہ مخلوق ہو گی اور یہ بات محال ہے کہ خالق کل اپنی کسی مخلوق کا محتاج ہو۔ اس تحقیق کو خوب سمجھ لو اللہ ہمیں اور آپ کو سیدھے راستے کی توفیق رحمت فرمائے۔

تیسرا فائدہ:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ" (۹۴)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندۂ خاص کو رات کے کچھ حصے میں

(۹۴)...... الاسراء، آیت: ۱

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، مسجد اقصیٰ وہ ہے جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔

مسجد اقصیٰ کے گرد برکتیں ہونے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ انبیاء کرام کی قبریں ہونے کی وجہ سے مسجد کے گرد برکتیں ہیں دوسری یہ کہ پھلوں کی کثرت اور نہروں کے جاری ہونیکی وجہ سے۔

سبحان: مصدر ہے۔ اس پر غیر منصرف ہونیکی وجہ سے تنوین نہیں آتی۔ اس جگہ یہ ''الذی'' اسم موصول کی طرف مضاف ہے۔

آیت کا معنی ہے اللہ کیلئے پاکی اور برأت ہے ہر اس چیز سے جو مشرک لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔ فرمان باری تعالیٰ (سبحان الذی أسری) کے متعلق گذشتہ صفحات میں ''فصل فی ابطال حجج من قال انھا نوم'' کے تحت بحث گزر چکی ہے۔

چوتھا فائدہ:

فرمان باری تعالیٰ ''من المسجد الحرام'':

مسجد حرام سے مراد حرم شریف کا اتنا حصہ ہے جو مسجد ہے۔ پورے حرم شریف پر ''مسجد حرام'' کا اطلاق بھی جائز ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ"

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو حرمت والا گھر بنایا ہے لوگوں کے قیام کیلئے۔

اس سے مراد حرم شریف ہے کیونکہ حرم سارے کا سارے مسجد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا۔

اگر آیت کو اس معنی پر محمول کریں گے تو روایات میں آنے والا اختلاف زائل ہو جائے گا (۹۵) جب آپ کو سیر کیلئے لیجایا گیا تب آپ ام ھانی کے گھر تھے جو کہ صفاء مروہ کے درمیان تھا حضور کا اس کو اپنا گھر کہنا اس لیے تھا کہ یہ حضرت ابو طالب کا گھر ہے اور آپ ﷺ اسی گھر میں پروان چڑھے۔ آپ کا فرمان ہے:

---

(۹۵)......ابتدائے سفر میں مختلف اقوال ہیں، بعض روایات میں ہے کہ آپ حضرت ام ہانی کے گھر سے معراج پر تشریف لے گئے، بعض میں "مسجد الحرام" بعض میں "حجر" اور بعض میں رکن اور حجر اسود کے درمیان کا ذکر ہے۔ اگر حرم سے مراد محض مسجد نہ ہو بلکہ پورا احاطہ ہو تو یہ اختلاف زائل ہو جاتا ہے کہ آپ کہاں پر موجود تھے، کیونکہ حضرت ام ہانی کا گھر صفا و مروہ کے درمیان تھا اور وہ جگہ حرم میں داخل ہے لہذا روایات میں آنے والا اختلاف محض لفظی ہے معنوی طور پر ایک ہی جگہ کو بیان کیا جا رہا ہے۔

فرج سقف بيتي و أنا بمكة

''میرے گھر'' کی چھت کو کھولا گیا جبکہ میں مکہ میں تھا۔

(مسجد حرام، حرم شریف ہی ہے) مسجد کا احاطہ کرنے اور اس سے ملا ہوا ہونے کی وجہ سے سارے حرم کعبہ کو مسجد ہی کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حرم سارے کا سارا مسجد ہے۔

پانچواں فائدہ:

آپ ﷺ کو براق پر آسمان کی معراج کرائی گئی تا کہ اللہ کی جناب میں آپ ﷺ کا جو شرف ہے اس کا اظہار ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ براق کے بغیر بھی معراج کروانے پر قادر ہے اور اس میں کوئی مشکل بھی نہیں لیکن براق کا ہونا آپ ﷺ کے شرف اور بزرگی کیلئے تھا کیونکہ سوار کی دوسرے پر فضیلت و بزرگی ہوتی ہے اسی لیے آپ ﷺ براق سے نہیں اترے تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مقام کو لوگوں پر ظاہر فرما دے۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے۔(۹۶)

---

(۹۶)...... (جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد: ۵، صفحہ: ۳۰۷۔۳۰۸، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس طویل پشت والا جانور لایا گیا جس کا ایک قدم حد نظر پر پڑتا تھا۔ تو آپ اس سے اترے نہیں حتیٰ کہ آپ نے جنت و دوزخ کو دیکھ لیا...... الحدیث

چھٹا فائدہ:

کیونکہ حضور علیہ السلام کی معراج سے واپسی براق پر ہوئی یا نہیں اس کا ذکر روایات میں نہیں ہے۔ اس کا ثبوت محض اس بات سے ملتا ہے کہ صعود (جانے اور بلند ہونے) کا ذکر براق کے ساتھ ہے تو قعود (یعنی واپسی) بھی براق پر ہی ہوئی ہوگی، اس کیلئے الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے

سرابیل تقیکم الحر (۹۷)

یعنی لباس تمہیں گرمی سے بچاتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ گرمی اور سردی دونوں سے بچاتا ہے۔

(مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) میں استاذ ابوالقاسم الخثعمی سے انکی مسجد میں دو سوال کیے۔

(۱)...... ہر نبی کو ایک ایک آسمان پر مختص کرنے میں کیا حکمت ہے کہ جہاں پر حضور علیہ السلام نے اس کے دیکھا؟

(۲)...... دوسرے انبیاء کو چھوڑ کر ان مخصوص انبیاء کرام کو ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے حالانکہ آپ علیہ السلام نے تمام انبیاء کرام دیکھا تھا؟

---

(۹۷)...... سورۃ النحل، آیت: ۸۱

علامہ ابن بطال نے اپنی شرح بخاری میں جو فرمایا ہے، یہ بھی میں نے ان کے سامنے ذکر کر دیا (۹۸) تو الاستاذ ابو القاسم علیہ الرحمہ نے فرمایا:

اصل میں اس بات کو سمجھنے کا مأخذ علم تعبیر ہے جو علوم نبوت میں سے ہے اہل تعبیر فرماتے ہیں جس آدمی نے خواب میں کسی نبی کی زیارت تو اس نبی کی حالت و کیفیت کے اعتبار سے تعبیر بیان کی جائے گی مثلاً شدت و نرمی وغیرہ اور دیگر امور جو قرآن حدیث میں انبیاء کرام علیھم السلام کے اوصاف میں بیان کئے گئے ہیں۔

واقعہ اسراء مکہ مکرمہ میں رونما ہوا جو اللہ کا حرم اور اس کا مقام ہے وہاں رہنے والا اللہ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ مکہ میں اللہ کے گھر (کعبہ معظمہ) ہے اور نبی کریم ﷺ کی ملاقات سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی جو کہ اللہ کے دار امن اور پڑوس (جنت) میں رہا کرتے تھے جہاں سے دشمن خدا ابلیس لعین نے ان کے خلاف سازش کی۔ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ قصہ نبی کریم ﷺ کی

---

(۹۸)...... (علامہ ابن بطال نے فرمایا ہے۔ جب انبیاء کرام کو بتایا گیا کہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری ہونے والی ہے تو وہ آپ علیہ السلام کی ملاقات کیلئے آئے۔ جب کسی سے ملاقات کیلئے آنا ہو تو عام عادت ہے کہ کوئی جلدی آتا ہے اور کوئی دیر سے اسی طرح انبیاء کرام بھی آپ علیہ السلام کی ملاقات کیلئے آئے۔ جو جلدی پہنچ آئے تو وہ پہلے مقام پر ٹھہر گئے اور جو بعد میں پہنچے تو ان کو اسی ترتیب سے آسمانوں پر ٹھہرا دیا گیا۔

پہلی حالت سے مشابہ ہے کیونکہ آپ علیہ السلام بھی پہلے حرم خانہ کعبہ کے جوار میں رہا کرتے تھے تو دشمنوں نے آپ ﷺ کو وہاں سے نکال دیا۔ جس پر آپ غمگین ہوئے۔ حرم الٰہی اور باری تعالیٰ کے جوار میں رہنے اور پھر دشمن کے نکالنے کے اعتبار سے آپ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام مشابہ تھے اس لیے پہلے آسمان پر اس نبی (آدم علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی جو آپ کی پہلی حالت میں آپ کے مشابہ تھے۔

اس میں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر ان کی اولاد میں سے نیک اور بد لوگوں کی ارواح کو پیش کیا جاتا تھا تو چونکہ بد بختوں کی روحیں آسمانوں پر نہیں آ سکتیں اس لئے آپ کو پہلے آسمان پر بٹھایا گیا جہاں سے آپ نے ان کا مشاہدہ کیا۔

(۲)......دوسرے آسمان پر آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کو دیکھا۔ حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام یہودیوں کے طرف سے آزمائش میں ڈالے گئے۔ حضرت عیسیٰ کو یہود نے جھٹلایا، اذیتیں پہنچائی اور ان کو قتل کرنے کی کوششیں کی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان نے قتل کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ بھی ہجرت کے بعد امتحان کی حالت ثانیہ میں منتقل ہوئے اور ان کا ٹکراؤ یہودیوں کے ساتھ ہوا۔ جنہوں نے آپ کو اذیتیں پہنچائیں اور آپ پر چٹان کو گرا کر قتل کرنے کی سازشیں کی پھر آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا جس کا اثر وقت وصال تک باقی

رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہودیوں سے نجات عطا فرمائی، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نجات دی۔ لہٰذا حضور علیہ السلام کی ملاقات دوسرے آسمان پر ان انبیاء کرام سے ہوئی جو آپ کی حالت ثانیہ میں آپ سے مشابہت رکھتے تھے۔

(۳)...... تیسرے آسمان پر آپ کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری حالت حضرت یوسف علیہ السلام کے حال سے مشابہ تھی وہ اس طرح کہ حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے اذیتیں دیں اور اپنے درمیان سے نکال دیا لیکن بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو یہ کہہ کر درگزر فرما دیا:

لاتثریب علیکم الیوم (۹۹)

آج تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر کو اپنے قریبی رشتہ داروں کو قیدی بنایا جنہوں نے آپ علیہ السلام کو اپنے درمیان سے نکال دیا تھا ان قیدیوں میں حضور علیہ السلام کے چچا حضرت عباس اور چچا زاد عقیل بن ابی طالب بھی تھے ان میں سے بعض کو آپ نے یونہی آزاد فرما دیا اور بعض سے فدیہ لیا۔ جب فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اہل مکہ حتیٰ کہ اپنے رشتے داراں اور دشمنوں وغیرہ سب پر فتح حاصل ہو گئی تو آپ نے فرمایا:

---

(۹۹)...... سورۃ یوسف، آیت: ۹۲

آج میں تم سے وہی کہوں گا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا ''لاتثریب علیکم الیوم'' آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(۴) چوتھے آسمان پر آپ علیہ السلام کی ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے ''مکانا علیا'' قرار دیا ہے۔ادریس علیہ السلام پہلے شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور یہ حضور علیہ السلام کی چوتھی حالت کے مشابہ ہے۔ جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام ''علوم مکان'' میں ہیں اسی طرح حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ''علو شان'' سے سرفراز فرمایا کہ بڑے بڑے بادشاہ آپ کے خوف اور رعب سے کانپنے لگے۔اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کو قلم سے لکھنا سکھایا اسی طرح آپ ﷺ نے قلم سے خط لکھ کر بادشاہوں کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری قبول کرنے کی دعوت دی۔

(حضور علیہ السلام کے رعب ودبدبہ کا یہ عالم تھا کہ) ابوسفیان جو کہ اس وقت روم کے بادشاہ کے دربار میں تھے انہوں نے بادشاہ کے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں دیکھ کر کہا۔ابو کبشہ کے لڑکے (نبی کریم ﷺ) کا دین غالب آگیا کہ انہوں نے روم کے بادشاہ کو بھی خوفزدہ کردیا۔(۱۰۰) ان میں سے بعض نے آپ کی اطاعت قبول کرلی مثلاً نجاشی اور عمان کا بادشاہ اور بعض نے آپ کا

(۱۰۰)......صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، جلد:۱، صفحہ:۱۶۔۱۷

مذہب تو قبول نہ کیا مگر آپ کی خدمت میں تحفے اور ہدیے ارسال کیے، جس طرح کہ ہرقل، اور بعض بدبختوں نے آپ کی نافرمانی کی اور نازیبا رویہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا اور یہ مقام علو تھا اور آپ نے قلم کے ذریعے خط لکھے اور یہ دونوں حالتیں حضرت ادریس علیہ السلام کے مشابہ ہیں۔

(۵) ...... پانچویں آسمان پر آپ علیہ السلام کی ملاقات حضرت ہارون علیہ السلام سے ہوئی جو اپنی قوم میں محبوب شخصیت تھے، اسی طرح ہمارے نبی کریم ﷺ بھی قریش بلکہ پورے عرب بلکہ ساری کائنات کے محبوب ہیں۔

(٦) ...... چھٹے آسمان پر آپ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی سیدنا محمد ﷺ سے اس بات میں مشابہت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شام میں جنگ لڑی اور وہاں کے جابروں پر فتح حاصل کی اور بنی اسرائیل کو دشمنوں کی ہلاکت کے بعد واپس اس شہر میں داخل کیا جہاں سے ان کو نکالا گیا تھا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے ملک شام کے علاقے میں غزوہ تبوک لڑی اور فتح سے ہمکنار ہوئے حتیٰ کہ جزیہ پر ان کے ساتھ صلح ہوئی۔ اور آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے اصحاب کو اس شہر میں واپس لوٹایا جہاں سے ان کو نکالا گیا تھا۔

(۷) ساتویں آسمان پر حضور علیہ السلام کی ملاقات سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ اس میں دو حکمت ہو سکتی ہیں:

(۱) آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ بیت المعمور آسمانوں پر کعبہ معظمہ کا بدل ہے جہاں پر فرشتے طواف وحج کرتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام ہی وہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے کعبہ کو تعمیر فرمایا اور لوگوں کو حج کی دعوت دی۔

(۲)......حضور نبی کریم ﷺ کی آخری حالت حج بیت اللہ ہے اس سال آپ کے ساتھ ستر ہزار صحابہ کرام نے بھی حج کی سعادت حاصل کی۔

علماء تعبیر وتاویل کے نزدیک خواب میں حضرت ابراہیم کی زیارت حج بیت اللہ کے اذن کی دلیل ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی لوگوں کو حج کی دعوت دی اور کعبہ معظمہ کی تعمیر کی۔

اس کلام سے دوسوالوں کا جواب ظاہر ہے ایک یہ کہ ان انبیاء کرام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیوں کیا گیا اور دوسرا یہ کہ مخصوص مقامات پر انہی انبیاء کو ملاقات کا شرف کیوں عطا کیا گیا۔ اس بحث کو ہمارے شیخ (امام ابو القاسم سُہیلی) نے اپنی کتاب ''الروض الانف'' میں بھی ذکر کیا ہے۔(۱۰۱)

ساتواں فائدہ:

المعراج: اس کا معنی ''سیڑھی'' ہے، جس کے ذریعے اوپر چڑھا جاتا

(۱۰۱)......الروض الانف، جلد:۲، صفحہ:۱۵۷۔۱۵۸

ہے۔ معراج زمین اور آسمان کے درمیان ایک سیڑھی ہے جو سبز زمرد سے بنائی گئی ہے۔ اس سے زیادہ حسین کوئی اور چیز نہیں جب مومنوں کی روحیں اس کو دیکھیں گی تو گزر جانے کیلئے خود پر تابو نہ رکھ سکیں گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس معراج (سیڑھی) کو دیکھ لینے کی وجہ سے میت کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔

آٹھواں فائدہ:

آسمانوں کی معراج سے قبل اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس کی سیر کروائی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم قدرت میں تھا کہ جب نبی کریم ﷺ کفار قریش کو آسمانوں کی خبر دیں گے تو وہ آپ علیہ السلام کو جھٹلائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ ﷺ پہلے ان کو زمین کی خبر دیں۔ اس لیے کہ قریش کے لوگ بیت القدس میں گئے ہیں اور انہوں نے اس کا معائنہ کیا ہوا ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کبھی بھی بیت المقدس نہیں گئے لہٰذا جب حضور ﷺ ان کو بیت المقدس کی خبر دیں گے تو اس کی تصدیق کے بعد آسمانوں کی خبر کو جھٹلانا اہل قریش کیلئے ممکن نہ رہے گا۔

نواں فائدہ:

حضور ﷺ کے بیت المقدس جانے میں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ کے قدموں کی برکت سے یہ مسجد محروم نہ رہے لہٰذا جب

آپ ﷺ نے وہاں جا کر نماز ادا کی تو اس کی تقدیس درجہ اتمام کو پہنچ گئی۔

دسواں فائدہ:

آپ ﷺ کو پہلے بیت المقدس لایا گیا اور پھر آسمان کی طرف لیجایا گیا کیونکہ آسمان کا دروازہ جس کو ''مصعد الملائکۃ'' کہا جاتا ہے وہ بیت المقدس کے بالمقابل ہے۔

یہ حضرت کعب کا قول ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ بیت المقدس عام زمین سے اٹھارہ میل آسمان کے زیادہ قریب ہے۔

قاضی ابو محمد بن عطیہ نے ''واستمع یوم ینادی المنادی من مکان قریب'' (۱۰۲) کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

کعب نے کہا: ''مکان قریب'' سے مراد بیت المقدس کی چٹان ہے جس کے آسمان کے قریب ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ (۱۰۳)

گیارھواں فائدہ:

بیت المقدس لے جانے میں یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ ﷺ کو وہ قبلہ دکھا دے جس کی طرف آپ ایک مدت تک منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ جس طرح کہ آپ کعبہ کو جانتے ہیں۔

(۱۰۲)......سورۃ ق، آیت: ۴۱

(۱۰۳)......تفسیر ابن عطیہ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۶۹۔۱۷۰

بارھواں فائدہ:

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ علیہ السلام کے علاوہ انبیاء کرام نے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی ہے۔تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا کہ آپ ﷺ کیلئے دو ہجرتیں اکٹھی ہو جائیں ،ایک میں دوسرے انبیاء کرام بھی شریک ہوں اور دوسری صرف آپ کے لیے خاص ہو۔

تیرھواں فائدہ:

اس مقام کی پاکیزگی بیان کرنے کیلئے آپ ﷺ کو بیت المقدس لے جایا گیا جس کی خبر آپ ﷺ نے دے رکھی ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے:

تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں۔(یعنی سفر نہ کیا جائے)(۱۰۴)

۱۔مسجد حرام: یہ آپ ﷺ کی جائے پیدائش اور اعلان نبوت کا مقام ہے۔

۲۔مسجد مدینہ: یہ آپ ﷺ کی ہجرت گاہ اور تربت اقدس کی مسجد ہے۔

۳۔مسجد اقصیٰ: یہ آپ ﷺ کے معراج کا مقام ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے۔

---

(۱۰۴)......صحیح بخاری، جلد:۱، صفحہ:۳۶۷، صحیح مسلم، کتاب الحج، جلد:۲، صفحہ:۱۰۱۲

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

چودھواں فائدہ:

ثقہ اہل سیرت نے معراج کی رات براق کے بدکنے کو ذکر کیا ہے جس سے آپ ﷺ کا اس پر سوار ہونا دشوار ہوگیا۔ یہ آپ ﷺ کی ہیبت کے سبب تھا۔آپ ﷺ کے سوار ہونے سے ملنے والے شرف اور تبرک پر خوشی کا اظہار تھا ۔جس طرح کہ دوست اپنے دوست کو دیکھ کر خوشی سے جھومنے لگتا ہے۔ (اسی طرح) براق بھی حضور ﷺ کو سوار ہوتا دیکھ کر جھوم اٹھا اور لوگ سمجھے کہ وہ سوار نہیں ہونے دے رہا تھا۔

ہمارے شیخ امام ابوالقاسم سُہیلی نے کہا:

براق کے اس طرح کرنے کا سبب یہ تھا کہ پہلے انبیاء کرام کے سواری کرنے اور حضور علیہ السلام کے سوار ہونے کے درمیان کافی مدت گزر چکی تھی۔ (لہٰذا اتنی مدت کے بعد کسی کو سوار ہوتا دیکھ کر براق بدکنے لگا) (۱۰۶)

امام سُہیلی کا قول درست نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی نبی یا رسول کا یوں معراج جانا ثابت نہیں ہے۔

(۱۰۶)......الروض الانف، جلد:۲، صفحہ:۱۵۰

(براق کے بدکنے والی حدیث) کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند (۱۰۷) میں ذکر فرمایا حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

معراج کی رات حضور ﷺ کیلئے براق کو لگام پہنا کر لایا گیا جب آپ ﷺ سوار ہونے لگے تو وہ بدکنا شروع ہو گیا۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا: تجھے کس نے بدکنے پر ابھارا ہے؟ واللہ اس ذات والا صفات سے زیادہ اللہ کے ہاں بزرگ تر کوئی ہستی تجھ پر سوار نہیں ہوئی۔ تو براق کے آنسو (پسینہ) بہنے لگے۔
(اس حدیث میں ہے کہ جبرائیل امین نے فرمایا: اس ہستی سے زیادہ صاحب کرامت تجھ پر کوئی سوار نہیں ہوا۔ اس سے بعض علماء نے استدلال کیا کہ براق پر پہلے انبیاء کرام بھی سواری کرتے رہے) علماء کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض تجھ پر کوئی سوار ہوتا تو محمد ﷺ سے زیادہ عزت وشرف والا نہ ہوتا۔ اور اسکی مثال کلام عرب میں موجو ہے جیسا کہ امرؤ القیس کا قول ہے:

علی لاحب لا یهتدی بمناره

اس کا معنی یہ ہے کہ اگر اس کے پاس چراغ ہوتا تب بھی وہ جنگل گھنا ہونے کی وجہ سے راستہ نہ پاتا، لیکن اس کے پاس چراغ نہ تھا۔
(اور یہی معنی حضرت جبریل کے ان الفاظ کا ہے کہ اگر کوئی تجھ پر سوار ہوتا تو سیدنا محمد ﷺ سے زیادہ عزت والا نہ ہوتا، لیکن کوئی سوار ہی نہیں ہوا۔)

---

(۱۰۷)...... مسند احمد، جلد: ۳، صفحہ: ۱۶۴، جامع ترمذی، جلد: ۵، صفحہ: ۳۰۱

صحیح روایات کے مطابق براق پر اللہ کی مخلوق میں سے کوئی سوار نہیں ہوا نہ کوئی فرشتہ اور نہ آدمی۔ اس بات میں قیاس ونظر کا کوئی دخل ہیں ہے بلکہ یہ تو امر توقیفی ہے جس طرح صحیح روایات میں یہ ثابت ہے کہ فرشتے گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں مثلاً فرعون کے غرق ہونے کے دن سیدنا جبریل علیہ السلام کا خچر پر سوار ہونا، غزوہ بدر میں فرشتوں کا گھوڑوں پر سوار ہو کر آنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرئیل ہیں جنہوں نے اپنے گھوڑے کا سر پکڑ رکھتا ہے اور ان پر جنگ کے آلات ہے۔ (۱۰۸)

پندرھواں فائدہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس براق لایا گیا وہ سفید رنگ کا طویل جانور تھا حد نگاہ پر اس کا قدم پڑتا تھا۔ ہم (میں اور جبرئیل) اس پر سوار ہوئے حتیٰ کہ بیت المقدس آ گئے۔ پھر ہمارے لیے آسمانوں کے دروازے کھلوائے گئے اور میں نے جنت ودوزخ کو دیکھا۔

(۱۰۸)...... صحیح بخاری، کتاب المغازی، جلد: ۳، صفحہ: ۹۰۔ ۹۱، ان کے علاوہ متعدد روایات میں فرشتوں کا گھوڑوں پر سواری کرنا ثابت ہے لیکن براق پر حضور اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کا سوار ہونا ثابت نہیں۔

یہ روایت متعدد طرق اور چند الفاظ کے تغیر کے ساتھ مسند احمد (۱۰۹) میں مروی ہے۔ اس حدیث میں حضور ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام دونوں کے سوار ہونے کا ذکر ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ان الفاظ میں جبریل کا عطف حضور علیہ السلام کیلئے مستعمل ضمیر متکلم "أنا" پر ہے اس کا تقاضا ہے کہ آپ دونوں سوار تھے اور سارے سفر میں اس سے نہیں اترے۔ (۱۱۰)

یہ بات دو وجہ سے قابل التفات نہیں ہے۔ واقعہ معراج تمام کا تمام حضور ﷺ کے حق میں عزت و شرف اور آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ لہٰذا کسی غیر کو اس میں کوئی دخل نہیں ہو سکتا اور نہ جبرئیل علیہ السلام ہی اس میں شریک ہیں کیونکہ اگر کسی اور کو بھی اس میں شریک مان لیا جائے تو حضور ﷺ کی خصوصیت باقی نہیں رہتی۔

۲۔ جبرئیل علیہ السلام براق صرف اس لیے لے کر آئے تھے تا کہ حضور

---

(۱۰۹)...... مسند احمد، جلد: ۹، صفحہ: ۹۲، حدیث نمبر: ۲۳۳۹۲

(۱۱۰)...... حضرت حذیفہ کی حدیث میں زر بن حبیش کی روایت میں "أتيت بالبراق" کے الفاظ ہیں۔ میرے پاس براق لایا گیا۔ حسن کی روایت میں "ورأيا الجنة والنار" اور عفان کی روایت میں "وفتحت لهما ابواب السماء" اور "ورأى الجنة ولنار" کے الفاظ ہیں۔ (مسند احمد، جلد: ۹، صفحہ: ۹۲) ان الفاظ سے وہم ہوتا ہے کہ براق پر حضور ﷺ اور جبریل دونوں سوار ہوئے تھے لیکن یہ حقیقت نہیں ہے۔

ﷺ اس پر سوار ہوں لہٰذا براق اور اس کو لے کر آنے کا مطلوب محض حضور ﷺ کی سواری تھی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس مطلوب میں دخل کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ دو امر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ براق پر سوار ہونا صرف ہمارے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے کسی اور کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

باقی رہا آپ ﷺ کا فرمان ''فلم نزايل ظهره أنا و جبريل'' (میں اور جبریل براق کی پشت سے نہیں اترے) اس کا مطلب یہ ہے کہ میں براق پر تشریف فرما تھا اور جبرئیل امین اس کے قائد یا سائق (ڈرائیور) تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا براق کیلئے سائق بننا ان امور میں سے ہے جن سے یہ معجزہ اور کرامت مزید مؤکد و متحقق ہوتا ہے۔ اور (جبرئیل علیہ السلام) کیسے قائد و سائق نہ ہوں کہ جب وہ براق لے کر آئے تھے تب اس کے ڈرائیور تھے (اور حضور ﷺ کی سواری کی تعظیم میں اس پر سوار نہ تھے، حالانکہ تب رسول کریم ﷺ براق پر جلوہ افروز نہیں تھے) تو اب کیسے قائد اور سائق نہ ہوتے جبکہ حضور ﷺ کی ذات گرامی براق پر جلوہ افروز ہے۔

ہم نے جتنی گفتگو کی ہے صحیح احادیث کے مطابق کی ہے اور موضوع اور من گھڑت روایات کو ساقط کر دیا ہے۔ کیونکہ ان کو بیان کرنا دینا و آخرت میں رسوائی کا سبب ہے اور (وضع کا حکم بیان کیے بغیر) ان کو بیان کرنے والے کو بڑا عذاب پکڑے گا۔

امام نسائی نے ابو مالک کے طریق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو گدھے سے کچھ بڑا اور خچر سے کچھ چھوٹا تھا۔ اس کا قدم حد نگاہ پر پڑتا تھا میں اس پر سوار ہوا اور حضرت جبرئیل بھی میرے ساتھ سوار ہوئے۔ میں کچھ دیر چلا تو جبرئیل نے کہا یہاں پر اتریے اور نماز ادا کیجئے۔ تو میں نے ایسا ہی کیا۔ جبریل نے پوچھا آپ جانتے ہیں یہ کونسی جگہ ہے جہاں آپ نے نماز ادا کی ہے؟ یہ طیبہ ہے جو آپ ﷺ کی ہجرت گاہ ہے۔ پھر ایک مقام پر کہا: اتریے اور نماز ادا کیجئے۔ میں نے نماز پڑھی تو جبریل نے کہا آپ جانتے ہیں آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ یہ طور سینا ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کیا کرتے تھے۔ پھر ایک مقام پر کہا یہاں بھی نماز ادا کیجئے۔ میں نے نماز ادا کی تو کہا: آپ جانتے ہیں آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ یہ بیت اللحم (یروشلم) ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ پھر میں بیت المقدس میں داخل ہو گیا۔ (۱۱۱) یہ حدیث ابو مالک کی روایت سے مشہور ہے

---

(۱۱۱)...... سنن نسائی، جلد: ۱، صفحہ: ۲۲۱۔۲۲۲ یہ حدیث یزید بن ابی مالک کے طریق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کے الفاظ ہیں "فرکبت و معی جبریل" یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں، میں سوار ہوا اور جبریل میرے ساتھ تھے۔ ان سے قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ جبریل نبی کریم ﷺ کے ساتھ سوار ہوئے تھے۔

ابو مالک کا نام غزوان بن یوسف مازنی ہے حضرت حسن سے روایت کرتا ہے (۱۱۲) ابو حاتم رازی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے۔ امام بخاری نے کہا: محدثین نے اسے ترک کیا ہے۔ محمد بن حبان کہتے ہیں: ثقہ راوی سے ایسی باتیں روایت کرتا ہے جو ثابت شدہ روایات کے مشابہ نہیں ہوتی اس لیے اس کی روایات قابل احتجاج نہیں ہیں۔

ذوالنسبین کہتے ہیں:

اللہ کے نبی حضرت سلمان علیہ السلام کیلئے اللہ کی نشانی یہ تھی کہ صبح وشام دو مہینوں کی مسافت سے ہوا آپ کیلئے مسخر کردی گئی۔ (تو کہاں یہ دو مہینوں کی مسافت سے ہوا کا مسخر ہونا) اور کہاں ہمارے نبی ﷺ کیلئے براق کا مسخر ہونا جو بالاتفاق ہمارے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے ساتویں آسمان تک پلک جھکنے

---

(۱۱۲)...... (مصنف علیہ الرحمہ کا اس حدیث کو ابو مالک کے حوالے سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔ امام نسائی نے جس ابو مالک سے روایت لی ہے اس کا نام غزوان الغفاری ہے لیکن وہ اس حدیث کا راوی نہیں ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ کا اس کو غزوان بن یوسف المازنی کہنا بھی ان کا تسامح ہے۔ کتب ستہ میں کسی بھی ایسے راوی سے حدیث روایت نہیں کی گئی جس کا نام "غزوان بن یوسف المازنی ہو۔ یہ حدیث یزید بن ابی مالک کے طریق سے مروی ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے یزید بن ابی مالک کے، یہ صدوق ہے اور کبھی کبھی اسے وہم ہو جاتا ہے۔ صرف اس بنیاد پر حدیث کو "موضوع" کہنا بھی ظلم عظیم ہے جیسا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کہہ دیا ہے۔

کے عرصے میں نا صرف چلا گیا بلکہ واپس بھی لوٹ آیا جو کہ تقریبا سات ہزار سال کی مسافت پر ہے۔اور یہ وہ فخر و شان ہے جس میں دو آدمیوں کو بھی اختلاف نہیں ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام ہمیشہ زمین تک محدود رہے کبھی آسمان تک رسائی نہ ہوئی تو ان کا شرف ہمارے محبوب ﷺ کے مقابلے میں کہاں ؟ ان دونوں کے مقامات میں زمین و آسمان کا فرق واضح دیکھا جا سکتا ہے۔

سولہواں فائدہ:

یہ سیر آپ ﷺ کو ہی کرائی گئی کیونکہ صحیح روایت میں یہ ثابت نہیں کہ آپ کے علاوہ کسی اور نبی کو معراج و اسریٰ کی سعادت حاصل ہوئی ہو اور یہ آیت مبارکہ "لنریہ من ایاتنا" بھی صرف آپ کے ساتھ خاص ہے۔اور صرف آپ ﷺ کو معراج کروانے میں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ بروز قیامت امت کے شفیع ہونگے۔تو اچانک آپ کو گھبراہٹ اور وحشت نہ ہو جائے جس طرح دوسرے انبیاء کرام کو ہو گئی تھی۔اور طور کے دائیں جانب بقعہ مبارکہ (زمین کے مبارک ٹکڑے) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے بلا شرکت غیرے مناجات ہو سکتی ہے تو ہمارے حبیب علیہ السلام کے ساتھ ساتوں آسمان سے اوپر سدرہ المنتہیٰ کے قریب راز و نیاز بھی ہو سکتے ہیں۔اور سدرۃ المنتہیٰ کے قریب آپ ﷺ پر متعدد نمازیں فرض ہوئی آپ سفارشات لے کر آئیے رب کے

حضور حاضر ہوئے حتیٰ کہ آپ کیلئے پچاس نمازوں کو پانچ کردیا گیا اور آپ کی یہ سفارشات باقی تمام مناجات سے بڑھ کر فضیلت و مقام والی ہیں اسی لیے خالق کائنات جل مجدہ الکریم نے فرمایا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔ (۱۱۳)

یہ رسولوں کی جماعت ہے، ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں کوئی تو وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور کسی کو اللہ تعالیٰ نے درجوں بلند کردیا۔

سترھواں فائدہ:

(اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معراج سے سرفراز فرمایا) کیونکہ آپ مقام محمود کے مالک ہیں تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس سے قبل آپ سے تنگی و انقیاض کو دور فرمادے تاکہ آپ مقام محمود پر متمکن ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشہد اعلیٰ پر متمکن کرنے سے قبل آپ کو مشاہدہ اور کلام کا اہل بنایا اور آپ کو ایسے مکان کی طرف بلند کیا جس کے بعد کوئی مکان نہیں اور اس مقام تک رسائی عطا کی جس سے اوپر کوئی اور مقام نہیں ہے۔ تاکہ آپ کل کا مشاہدہ کرنے والے بن جائیں۔

---

(۱۱۳)......البقرۃ، آیت: ۲۵۳

اٹھارواں فائدہ:

بچپن میں آپ کا شق صدر ہونا اور ملائکہ کا آپ کے قلب انور کو برف سے غسل دینا (اس کی حکمت یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ آپ کے دل کو پہلے اس پانی سے غسل دیا جائے جو جنت سے سونے کے طشت میں لایا گیا اور حکمت وایمان سے بھرپور تھا۔ تا کہ آپ کا دل جنت کی خوشبو سے متعارف ہو جائے اور اس کی حلاوت ومٹھاس کو پالے تا کہ آپ دنیا سے بے رغبت ہو جائیں اور مخلوق کو جنت کی طرف بلانے پر حریص ہوں۔

انیسواں فائدہ:

دشمن آپ ﷺ کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتے اور آپ ﷺ پر جھوٹ گھڑتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ ﷺ سے بشری طبائع یعنی ان باتوں سے پیدا ہونیوالی کبیدگی کو دور فرمادے اس لیے آپ ﷺ کو معراج کروائی۔

آپ ﷺ کے قلب اطہر کو دھویا گیا تا کہ اس میں وسعت اور ظرف پیدا ہو اور آپ ﷺ سے وہ تنگی اور گھبراہٹ دور ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا فرمایا:

ولقد نعلم انك يضيق صدرك بما يقولون ٥ (۱۱۴)

---

(۱۱۴)......الحجر، آیت:۹۷

اور بلا شک و ریب ہم جانتے ہیں کہ ان (مشرکوں) کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ پڑتا ہے۔

آپ ﷺ کے قلب اطہر کو دوبار غسل دیا گیا۔

(۱)......پہلی مرتبہ برف کے ساتھ جس سے مراد یقین کی برف ہے۔

آپ ﷺ اکثر اپنی دعا میں برف کا ذکر فرماتے تھے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ اور قراۃ کے درمیان فرماتے:

اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں دے دھو دے۔(۱۱۵)

اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب الدعوات، جلد:۵، صفحہ:۵۵۱) جبرئیل علیہ السلام نے آب زمزم سے غسل دیا جس کا چشمہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے جد امجد سیدنا اسماعیل علیہ السلام کیلئے جاری فرمایا تھا۔

بیسواں فائدہ:

اگر یہ کہا جائے کہ ایمان اور حکمت سونے کے طشت میں کیسے آسکتے ہیں حالانکہ ایمان کا تعلق اعراض (غیر مادی اشیاء) کے ساتھ ہے اور اعراض کیلئے منتقل ہونا درست نہیں کیونکہ انتقال اجسام کی صفات میں سے ہے اعراض کی

---

(۱۱۵)......صحیح بخاری، کتاب الاذان، جلد:۱، صفحہ:۲۴۲_۲۴۳، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، جلد:۱، صفحہ:۴۱۹

صفات میں سے نہیں۔ تو ہم اس کا جواب دیں گے کہ آپ ﷺ نے طشت میں موجود چیز سے ایمان اور حکمت کو مراد لیا جس طرح آپ نے دودھ سے مراد علم لیا تھا، جسے آپ ﷺ نے خواب میں پیا اور بچا ہوا دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں سو رہا تھا کہ میں نے ایک پیالہ دیکھا جو میرے پاس لایا گیا تھا۔ اس میں دودھ تھا، میں نے اس کو پیا حتیٰ کہ اس کی تری میں نے اپنے ناخنوں میں دیکھی۔ پھر اس میں سے جو بچ گیا وہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی؟ فرمایا علم۔ (۱۱۶)

جس طرح آپ ﷺ نے دودھ سے مراد علم لیا اسی طرح اس سونے کے طشت میں پانی سے مراد ایمان اور حکمت کو لیا۔ یہ ایک نبوی اشارہ ہے جس کو عقل کے ترازو میں نہیں تولا جا سکتا۔

اکیسواں فائدہ:

آپ ﷺ کے قلب اطہر کو دھونے کیلئے طشت ہی لایا گیا کوئی اور برتن

(۱۱۶)...... صحیح بخاری، کتاب العلم، جلد ۱، صفحہ: ۴۶، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، جلد: ۴، صفحہ:

نہیں لایا گیا اس میں حکمت یہ ہے کہ عام عادت میں طشت چیزوں کو دھونے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جس طرح دیگر برتن مختلف کاموں کیلئے مخصوص ہیں۔

بائیسواں فائدہ:

آپ ﷺ کیلئے باقی دھاتوں کو چھوڑ کر سونے کا طشت خاص کیا گیا کیونکہ یہ تمام دھاتوں سے اعلیٰ واشرف ہے اس میں چند خواص جن کی وجہ سے یہ باقی دھاتوں سے ممتاز سمجھا جاتا ہے۔

۱۔ اس کو آگ میں ڈالا جائے تو آگ نہیں کھاتی۔

۲۔ زمین اسے نہیں کھاتی اور نہ متغیر کرتی ہے۔

۳۔ یہ تمام اشیاء سے شفاف اور ستھرا ہوتا ہے جیسے مثال دی جاتی ہے۔ ”وہ سونے سے زیادہ شفاف ہے۔“

اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

سبحان اللہ میں تو ان (حضرت عائشہ) کے بارے میں اتنا جانتی ہوں جتنا زرگر سرخ سونے کی ڈلی کو جانتا ہے۔ (۱۱۷)

یعنی آپ نے سیدہ عائشہ کو سونے کی ڈلی سے تشبیہ دے کر عیوب سے

(۱۱۷)......صحیح بخاری، جلد: ۳، صفحہ: ۲۶۹، صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، جلد: ۴، صفحہ: ۲۱۳۷_۲۱۳۸

پاک مرادلیا

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ سونا دیگراشیاء میں بھاری اور ثقیل ہوتا ہے اوروحی کے ثقل کے ساتھ (اس کی مشابہت) کی وجہ سے سونے کا طشت لایا گیا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۝ (۱۱۸)

بے شک عنقریب ہم تم پرایک بھاری بات ڈالیں گے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

حتیٰ کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تو آپ پر نزول وحی کے وقت طاری ہوجانے والی شدت طاری ہوگئی۔ حتیٰ کہ آپ کے جسم اطہر سے موتیوں کی صورت پسینہ بہنے لگا۔ اس قول (وحی) کے ثقل کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا۔ (۱۱۹)

مروی ہے کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تب آپ اونٹنی پر سوار تھے اور وحی کے ثقل کی وجہ سے آپ کی اونٹنی پنڈلیوں تک زمین میں دھنس گئی۔ (۱۲۰)

---

(۱۱۸)......سورۃ المزمل، آیت:۵

(۱۱۹)......صحیح مسلم، جلد:۴، صفحہ:۲۱۳۵

(۱۲۰)......المستدرک، جلد:۲، صفحہ:۵۰۵ کتاب التفسیر

تیئیسواں فائدہ:

یہ ایک باریک بینی سے حاصل ہونے والا نکتہ ہے وہ اس طرح کہ ذھب کا معنی ''اذھاب'' کے مطابق ہو یعنی لے جانا، یہ اس شخص کیلئے بولا جاتا ہے جس سے میل کچیل اور گدلا پن دور کر دیا جائے اور صفائی وشفافیت باقی ہو، اللہ تعالیٰ نے اس معنی کے ساتھ اپنے نبی ﷺ اور ان کے اہل بیت کو خاص فرمالیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (۱۲۱)

بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے پلیدگی دور فرما کر تمہیں خوب ستھرا کر دے۔

چوبیسواں فائدہ:

ہوسکتا ہے اس ''ذھب'' سے اس ''ذھب'' کی طرف اشارہ ہو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو خاص فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ ۝ (۱۲۲)

انہیں اس میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔

---

(۱۲۱)......سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۳

(۱۲۲)......سورۃ الفاطر، آیت: ۳۳

اور باری تعالیٰ ارشاد ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ ۝ (۱۲۳)

ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور جاموں کا۔

اور اس سے جنتیوں کے بلند درجہ زیورات مراد ہیں۔اور سونے سے مراد وہ سونا ہے جس کی طرف حق اور قرآن کی پیروی کرنے والے کو پھیر دیا جائے گا یعنی اس کو آخرت میں یہ زیورات ملیں گے۔

پچیسواں فائدہ:

ذھب (سونا) ایک صاحب عزت چیز ہے اس کے ساتھ ملک کی تکمیل ہوتی ہے۔مقاصد تک رسائی اور مطالبات کو حاصل کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ (حضور علیہ السلام کے پاس سونے کا تھال لانے میں) اس کتاب کی عزت وشرف کی طرف اشارہ ہے جسے حضرت سیدنا محمد ﷺ لے کے آئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝ (۱۲۴)

اور بے شک یہ عزت والی کتاب ہے۔

اور فی نفسہ یہ عزت رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۲۳)......سورۃ الزخرف، آیت:۷۱

(۱۲۴)......سورۃ فصلت، آیت:۴۱

فرمان خداوندی ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (۱۲۵)

عزت تو اللہ ہی کیلئے ہے اور اس کے رسول اور مومنوں کیلئے ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور وحی کی ذریعے حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت پر تمام بادشاہتوں کے خزانے کھول دیئے۔ اور آپ ﷺ کے دین کو باقی تمام ادیان وممالک پر غلبہ عطا فرمایا۔ اور ان (ادیان وممالک) کا سیم وزر اور ہر قسم کی زیب وزنیت امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کے ہاتھوں میں آ گئی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن اور وحی کے ذریعے ان (امت محمدیہ کے افراد) کے ساتھ جنت میں سونے کے بنے ہوئے محلات کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام اشیاء سونے کی ہیں۔

جیسا کہ یہ حدیث پہلے گزری چکی ہے اب طوالت کی وجہ سے ہم نے موقع کے مطابق تھوڑا سا حصہ ذکر کر دیا ہے۔

چھبیسواں فائدہ:

آپ ﷺ کو رات کے وقت معراج کروائی گئی دن کے وقت نہیں تا کہ

(۱۲۵)......سورۃ المنافقون، آیت: ۸

تنویہ (ایک فرقہ کا نام) کے قول کا رد ہو کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ ظلمت (اندھیرے) کی شان اہانت اور شر ہے اور نور (دن) کی شان اکرام اور بھلائی ہے۔

متنبی نے یہ معنی شعر میں نظم کیا ہے۔

وکم من لظلام اللیل عندك من ید

تخبر ان المانویة تکذب

اور کتنے ہی رات کے اندھیرے تیرے سامنے ہیں جو تجھے خبر دیتے ہیں کہ مانو یہ جھوٹے ہیں۔

مانویہ تنویہ کا بڑا فرقہ ہے یہ لوگ کہتے ہیں بھلائی نور اور دن سے ہوتی ہے اور شر ظلمت اور اندھیرا ہے۔(۱۲۶)

ستائیسواں فائدہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو رات کے وقت معراج کروائی اور جو عزت عطا فرمانی تھی عطا فرمائی۔ اور فرعون اور اسکی قوم کو دن کے وقت غرق کیا اور بنی اسرائیل پر اس کی بے وقعتی ظاہر فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۝ (۱۲۷)

---

(۱۲۶)......الملل والنحل للشہرستانی، جلد:۲، صفحہ:۸۰_۸۶

(۱۲۷)......سورۃ یونس، آیت:۹۲

آج کے دن ہم تیرے بدن کو بچا کے رکھیں گے تا کہ بعد میں آنے والوں کیلئے عبرت کا نشان بن جائے۔

لہٰذا حضور ﷺ کے اکرام اور عزت کیلئے ان کو رات کے وقت معراج ہوئی اور فرعون کی اہانت کیلئے اسے دن کے وقت غرق کیا۔

اٹھائیسواں فائدہ:

اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء کرام کو رات کے وقت عزت افزائیاں اور شرف عطا فرمائے۔

مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا ۚ (۱۲۸)

جب ان (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) پر رات کے اندھیر چھا گئے تو انہوں نے ستارہ دیکھا۔

رات کے خصائص میں سے یہ ہے کہ مشارق ومغارب کے آفاق پرستاروں کی سورایاں اترتی ہیں جو چمکتی اور غروب ہوتی ہیں۔ان کی چمک دھمک ان کے بنانے والے پر دلالت کرتی ہے۔اسی طرح سے حضرت ابراہیم الخلیل نے اپنے رب جلیل کے ہونے پر استدلال فرمایا:

(۱۲۸)......سورۃ الانعام، آیت:۷۶

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ۝ (۱۲۹)

جب اس پر رات کے اندھیرے چھائے تو اس نے ستارہ دیکھا اور کہا یہ میرا رب ہے (یعنی میرے رب کی نشانی ہے) جب وہ چھپ گیا تو کہا میں چھپ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے قصے میں ہے، جب اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کے ماننے والوں کو نجات دینے اور منکروں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کو رات کے وقت نکلنے کا حکم ارشاد فرمایا:

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ ۝ (۱۳۰)

اپنے ماننے والوں کو لیکر رات کے وقت چلیے۔

اور آپ کے ہی بارے میں ارشاد ہے:

اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝ (۱۳۱)

آل لوط کو ہم نے سحری کے وقت نجات دی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی ان کے بیٹوں کے متعلق دعا کو رات کے

---

(۱۲۹)......سورۃ الانعام، آیت: ۷۶

(۱۳۰)......سورۃ الحجر، آیت: ۶۵

(۱۳۱)......سورۃ القمر، آیت: ۳۴

وقت شرف قبولیت عطا ہوا:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۝ (۱۳۲)

میں تمہارے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جمعہ کی رات سحری تک ان کی دعا کو مؤخر کیا گیا (اور پھر جمعہ کی رات کو شرف قبولیت سے نوازا گیا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت نبوت سے سرفراز کیا گیا، اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّيْ اٰنَسْتُ نَارًا ۝ (۱۳۳)

انہوں نے اپنے اہل سے کہا یہاں ٹھہرو میں آگ تلاش کرتا ہوں۔ (اور آگ کی ضرورت رات کو ہوتی ہے۔)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں (نہ کہ دنوں) کا عہد لیا، ارشاد ہوا:

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۝ (۱۳۴)

اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا عہد لیا۔

---

(۱۳۲)......سورۃ یوسف، آیت: ۹۸

(۱۳۳)......القصص، آیت: ۲۹

(۱۳۴)......سورۃ البقرۃ، آیت: ۵۱

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر مصر سے نکلنے کا حکم ارشاد فرمایا، تو فرمایا:

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ o (۱۳۵)

میرے بندوں کو لے کر رات کے وقت نکلو بے شک تم اتباع کیے جاؤ گے۔

انتیسواں فائدہ:

حضور سرور عالم ﷺ کے ساتھ خاص آیات و کرامات میں سے اکثر کا ظہور رات کے وقت ہوا۔ مثلاً چاند کا ٹکڑے ہونا، جنوں کا آپ ﷺ پر ایمان لانا، حضور ﷺ کا غار ثور کی طرف نکلنا وغیرھم، رات کے وقت ظاہر ہونے والی آیات و کرامات بے شمار ہیں مثال کے طور پر چند کا ذکر کر دیا ہے۔

تیسواں فائدہ:

حضور نبی کریم ﷺ کو رات وقت معراج ہوئی اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین میں رات کا ذکر دن پر مقدم فرمایا ہے۔ (یعنی رات کو پہلے ذکر فرمایا اور دن کو بعد میں) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ o (۱۳۶)

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔

---

(۱۳۵)......سورۃ الدخان، آیت: ۲۳

(۱۳۶)......سورۃ الاسراء، آیت: ۱۲

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ......

لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ (۱۳۷)

بے شک آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل مندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (۱۳۸)

تم فرماؤ، بھلا دیکھو تو اگر اللہ ہمیشہ تم پر قیامت تک رات رکھے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں روشنی لا دے تو کیا تم سنتے ہیں؟ تم فرماؤ، بھلا دیکھو تو اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ دن رکھے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم آرام کرو، تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟ اور اس نے اپنی مہر سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لئے کہ تم حق مانو۔

---

(۱۳۷)......سورۃ آل عمران، آیت: ۱۹۰

(۱۳۸)......سورۃ القصص، آیت: ۷۱-۷۳

لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۔ o (۱۳۹)

سورج کو نہیں پہونچتا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے۔

یعنی سورج میں چاند کو پالینے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس کی روشنی آنے سے چاند کی روشنی چلی جاتی ہے اور تمام کا تمام وقت دن کا ہو جاتا ہے۔

''ولا اللیل سابق النھار'' یعنی رات دن کو ختم کر دیتی ہے حتیٰ کہ رات کا اندھیرا دن کی روشنی کو لے جاتا ہے۔ اور تمام کا تمام وقت رات کیلئے ہو جاتا ہے جب ایک کی شاہی آتی ہے تو دوسرے کی چلی جاتی ہے۔

اکتیسواں فائدہ:

سالوں اور دنوں کی ابتداء رات سے ہوتی ہے، دنوں سے نہیں۔ لہٰذا مہینے میں پہلا مقام رات کا ہے اور اگر (مہینے کی ابتداء کو) دن پر محمول کریں تو ایک رات ساقط ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ رات اصل ہے اور دن اس کی فرع ہے۔ (لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل میں معراج ہوئی فرع میں نہیں) اور اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا اندھیرا آنکھوں کی بکھری ہوئی روشنی کو اکھٹا کر دیتا ہے

(۱۳۹)...... سورۃ یٰسین، آیت: ۴۰

اور نظر کو محدود کر دیتا ہے رات میں گرمیوں کی لذت سے متلذذ ہوا جاتا ہے اس میں چاند خوب دھمکتا ہے دوستوں کو مل بیٹھنے کا موقع ملتا ہے جو مختلف اسباب کی بنا پر نہ مل پاتے تھے۔

بتیسواں فائدہ:

کوئی رات دن کے بغیر نہیں ہوتی، لیکن کوئی دن رات کے بغیر ہو سکتا ہے اور یہ دن قیامت کا دن ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ (۱۴۰)

وہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔

تینتیسواں فائدہ:

اور یہ تمام فوائد سے بڑا فائدہ ہے۔ حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ رب تعالیٰ ہر رات (جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے) آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے۔ ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول فرماؤں ہے کوئی مجھ سے سوال کرنے کہ میں اسے عطا کروں، ہے کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا کہ میں اسے بخش دوں۔ (۱۴۱)

---

(۱۴۰)......سورۃ المعارج، آیت: ۴

(۱۴۱)......اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

رات کی یہ وہ خصوصیت ہے جو دن کو حاصل نہیں ہے۔ جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی کہ اس گھڑی رحمت وسیع ہوتی ہے، اجر ثواب میں اضافہ اور دعاؤں کی قبولیت میں جلدی کی جاتی ہے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ۔ (۱۴۲)

بہترین دن جس میں سورج طلوع ہو، جمعہ کا دن ہے۔ (اس لیے دن کو فضلیت حاصل ہے) تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ یہ جمعہ کی فضیلت محض باقی دنوں پر ہے اور رات کے متعلق رب کائنات جو احکم الحاکمین ہے، نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا اَدْرٰاکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ (۱۴۳)

بے شک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا اور (اے مخاطب) تجھے کیا خبر کہ لیلۃ القدر کیا ہے، لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

ایک حساب کے مطابق ایک سال میں چار ہزار جمعے آتے ہیں اور یہ اکیلی رات ان تمام سے افضل و بہتر ہے۔ یہ بات اس شخص کیلئے کافی ہے جس کو

(۱۴۲)......صحیح مسلم، جلد:۲، صفحہ:۵۸۵

(۱۴۳)......سورۃ القدر، آیات:۱۔۳

اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کا راستہ دکھایا۔

چونتیسواں فائدہ:

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سفر مبارک اکثر رات کو ہوا کرتا تھا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے والد نے حضرت ابوبکر سے پوچھا آپ ﷺ کے ساتھ سفر کے دوران رات کیسے بسر کرتے تھے تو آپ نے فرمایا:

ہم ساری رات سفر کرتے حتیٰ کہ دن کے وقت ظہر سے پہلے قیام کر لیتے۔ (۱۴۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم نے ساری رات سفر کیا اور جب صبح ہونے لگی تو ہم ٹھہر گئے۔ (۱۴۵)

ان کے علاوہ متعدد روایات میں حضور ﷺ کے رات کا سفر کرنے کا بیان ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور ان کے اونٹ کے قصے کا سفر بھی رات کا تھا۔ (۱۴۶)

(۱۴۴)......صحیح بخاری ، جلد:۲، صفحہ:۵۳۲، صحیح مسلم، جلد:۴، صفحہ:۲۳۰۹_۲۳۱۰

(۱۴۵)......صحیح بخاری، جلد:۲، صفحہ:۵۲۰

(۱۴۶)......صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر ، جلد:۲، صفحہ:۳۴۹_۳۵۰، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ ، جلد:۳، صفحہ:۱۲۲۱_۱۲۲۲

اور حضرت سیدہ عائشہ سے مروی حدیث (حدیث افک) میں بھی رات کے سفر کا ذکر ہے۔(۱۴۷)

پینتیسواں فائدہ:

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کا سفر فرماتے تھے اسی طرح آپ علیہ السلام نے اپنی امت کو رات کے وقت سفر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نرم ہے اور نرمی کرنے کو پسند فرماتا ہے اور اس سے راضی رہتا ہے اور اسی پر مدد فرماتا ہے اور سختی پر مدد نہیں فرماتا۔ جب تم بے زبان جانوروں پر سواری کرو تو انہیں منزلوں پر ٹھہراؤ اور جب بنجر زمین آجائے تو جلدی جلدی یہ گزر جاؤ تاکہ جانور کمزور نہ ہو جائیں اور رات کے وقت سفر کیا کرو کیونکہ رات کے وقت زمین سمٹ جاتی ہے جو کہ دن کے وقت نہیں سمٹتی۔ اور راستوں پر رات گزارنے سے بچو کیونکہ وہ درندوں کے راستے اور سانپوں کے رہنے کے ٹھکانے ہیں۔(۱۴۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱۴۷)......اس کی تخریج فائدہ نمبر بائیس کے تحت گزر چکی ہے۔

(۱۴۸)......الموطا للامام مالک، کتاب الاستئذان، جلد:۲، صفحہ:۹۸۹

تم پر رات کا سفر لازم ہے کیونکہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔(۱۴۹)

چھتیسواں فائدہ:

لیلۃ القدر جس کو اللہ تعالیٰ نے عظمت و بھلائی عطا فرمائی ہے اور ہزار مہینوں سے افضل و بہتر قرار دیا ہے اور خاص طور پر سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی امت کو عطا فرمائی ہے۔ یہ (لیلۃ القدر) رات کی کرامات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی جو شان بیان فرمادی ہے وہ اس کی فضلیت و بیان کو مزید ذکر کرنے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

سینتیسواں فائدہ:

لیلۃ النحر، یوم عرفہ سے ملی ہوتی ہے۔ اس (رات) کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو شرف عطا فرمایا ہے۔ جو آدمی لوگوں کے (عرفہ سے) جانے کے بعد آیا اور ایک ساعت وہاں ٹھہرا پھر اس نے مزدلفہ میں امام کو پالیا اور اس کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی تو اس کا حج ہو گیا۔ (گویا کہ رات کا وقت اس کیلئے رحمت بن گیا۔)

---

(۱۴۹)......المستدرک للحاکم، جلد:۱، صفحہ:۴۴۵
مسند ابی یعلی، جلد:۶، صفحہ:۳۰۱
مجمع الزوائد، جلد:۳، صفحہ:۲۱۳
کشف الاستار، حدیث نمبر:۱۶۹۶

اڑتیسواں فائدہ:

آپ ﷺ کو رات کے وقت معراج کروانے میں یہ احتمال بھی ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے بارے میں ایسا نظریہ نہ اپنالیں جیسا عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بنالیا جن کو دن کے وقت آسمانوں پر اٹھایا گیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اسکی اولاد ہو بلکہ وہ ایک ہے بے نیاز ہے۔ نہ اسکی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

انتالیسواں فائدہ:

رات کا وقت محبوبوں سے راز نیاز کی باتیں کرنے کیلئے خاص ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو بھی رات کے وقت معراج ہوئی تا کہ آپ سے راز و نیاز کی باتیں ہوں۔

چالیسواں فائدہ:

رات سہانے خواب اور حسین خیالات کے آنے کا وقت ہے، اس لئے حضور ﷺ کو رات کے وقت میں معراج ہوئی۔

اکتالیسواں فائدہ:

حضور نبی کریم ﷺ دن سے زیادہ رات میں عبادت کی کوشش فرماتے

،آپ نے رات کے وقت نماز ادا کی حتیٰ کہ آپ قدمین مبارک سوج گئے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شفقت اور محبت بھرے انداز میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ (۱۵۰)

اے چادراڑھنے والے محبوب! رات کے وقت قیام کرو مگر تھوڑا، آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم۔

جب آپ ﷺ کی عبادت وریاضت رات کے وقت زیادہ ہے تو اللہ کی طرف سے ہونے والی عنایات وکرامات بھی رات کے وقت زیادہ ہے۔اس لیے آپ کو رات کے وقت معراج سے سرفراز فرمایا گیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ نماز تہجد ادا کرنے کی ترغیب دلائی جس کا وقت رات میں ہوتا ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (۱۵۱)

اور رات کے وقت میں تہجد ادا کیجئے، یہ آپ کیلئے نفل (اضافی عبادت) ہے یقیناً آپ ﷺ کا رب آپ کو مقام محمود سے بہرمند فرمائے گا۔

---

(۱۵۰)......سورۃ المزمل، آیات ۱۔۳

(۱۵۱)......سورۃ الاسراء، آیت: ۷۹

بیالیسواں فائدہ:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو رات کے وقت معراج کروائی جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں تا کہ تصدیق کرنے والے کے اجر و ثواب میں اضافہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان بالغیب لانے والوں کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ لہذا رات کے وقت ہونے والی معراج لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہی اور بنا دیکھے ایمان لانے والوں کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوا۔

تنتالیسواں فائدہ:

حضرت جبرئیل نے آسمان کے دروازوں کو دستک دے کر کھلوایا۔ اور یہ آپ ﷺ کی عزت اور شرف کیلئے تھا کیونکہ اگر آپ پہلے سے دروازے کو کھلا ہوا دیکھتے تو خیال کرتے کہ یہ ہمیشہ ایسا ہی (کھلا) رہتا ہے۔ لیکن اسے کھلوایا گیا تا کہ آپ ﷺ جان لیں کہ صرف آپ ﷺ کی عزت افزائی ہے کہ آسمانوں کے دروازے کھلوائے جا رہے ہیں۔

چوالیسواں فائدہ:

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ محمد ﷺ کو اس بات پر مطلع فرما دے کہ آپ علیہ السلام اپنی خلقت اور بعثت سے قبل بھی اہل آسمان کے درمیان معروف ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب دروازے پر دستک دی گئی تو پوچھا گیا کون ہے، کہا جبرئیل

، پوچھا ساتھ کون ہے، کہا محمد ﷺ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا؟ کہا جی ہاں، اور یہ نہیں پوچھا گیا کہ محمد ﷺ کون ہیں بلکہ کہا گیا مرحبا مرحبا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان ''ورفعنا لك ذكرك'' کے معانی میں سے ایک معنی یہ بھی ہے کہ زمین و آسمان کے تمام رہنے والے آپ علیہ السلام کے ذکر کو جانتے ہیں۔

پنتالیسواں فائدہ:

شب معراج آپ علیہ السلام پر جنت کو پیش کیا گیا اور اس میں آپ ﷺ کی بڑی کرامت (عزت) ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اپنی امت پر جنت کو پیش فرماتے تھے تا کہ وہ اس کو خرید لیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (۱۵۲)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے اس بدلے پر کہ ان کیلئے جنت ہے۔ اللہ کی راہ میں لڑیں یا ماریں یا مریں اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ تورات اور انجیل اور قرآن میں ہے اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون؟ تو خوشیاں مناؤ اس سودے پر جو تم نے اس سے کیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

(۱۵۲)...... سورۃ التوبہ، آیت: ۱۱۱

چھیالیسواں فائدہ:

آپ ﷺ کو جنت دکھانے میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ دنیا کی کم مائیگی کو جان لیں تا کہ دنیا سے بے رغبت ہوں اور اس کے مصائب پر زیادہ صبر کریں تا کہ یہ (شدائد و مصائب پر صبر کرنا) آپ کو جنت تک لے جائے۔ کہتے ہیں کہ وہ محنت و مشقت کتنی اچھی ہے جو اپنے صاحب کو آسانی اور کشادگی تک لے جاتی ہے اور وہ نعمت کتنی بری ہے جو اپنے صاحب کو آزمائش (تکبیر وغیرہ) تک لے جاتی ہے۔

سنتالیسواں فائدہ:

آپ ﷺ کو شب معراج جنت کسی سیر کروانے میں یہ احتمال بھی ہے کہ حق جل شانہ نے چاہا کہ کوئی ایک کرامت (عزت) بھی نہ رہے، جو حضرت محمد ﷺ کو حاصل نہ ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ سے قبل سیدنا ادریس علیہ السلام روز قیامت سے پہلے ہی دخول جنت کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے چاہا یہ عزت و شرف میرے صفی و نجی محمد ﷺ کو بھی حاصل ہو۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍؕ (۱۵۳)

---

(۱۵۳)......سورۃ القصص، آیت: ۸۵

بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا ہے وہ تم کو پھیر لے جائے گا جدھر تم پھرنا چاہتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں علماء نے اختلاف کیا ہے بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد جنت ہے جو شب معراج حضور کو پیش کی گئی۔

ذوالنسبین کہتے ہیں: کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد مکہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں اس کا ذکر موجود ہے۔ (۱۵۴)

اڑتالیسواں فائدہ:

آپ ﷺ کو دوزخ بھی دکھائی گئی۔اس میں ایک بڑا فائدہ ہے۔جب مشرکین اور کفار آپ ﷺ سے مذاق کرتے اور آپ کی باتوں کو جھٹلاتے اور اذیت وتکلیف پہنچاتے۔تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نار (دوزخ) دکھائی جو آپ کا مزاق اڑانے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے۔تا کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے۔

انچاسواں فائدہ:

اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جب کسی آدمی کا دل اپنے دشمنوں اور منکروں کی وانتقام کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو پھر اپنے دوستوں کی عزت وشان اور شفاعت واکرام کو دیکھ کر بدرجہ اولیٰ خوش ہوتا ہوگا۔

---

(۱۵۴)......صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد:۲، صفحہ:۷۴

(اس لئے حضور ﷺ کو دوستوں اور ایمان لانے والوں کیلئے مقام عزت یعنی جنت کی بھی سیر کروائی اور دشمنوں اور منکروں کا ٹھکانہ جہنم بھی دکھایا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب)

پچاسواں فائدہ:

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ جہنم جیسی خطرناک چیز کو دیکھ کر جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر کتنا احسان ہے کہ آپ کی شفاعت اور برکت سے آپ کی امت کو اس خطرناک جگہ سے نجات عطا فرمائی۔

۵۱واں فائدہ:

معراج کی رات آپ علیہ السلام پر جہنم کو پیش کرنے میں یہ احتمال بھی ہے کہ بروز قیامت جب تمام (لوگ حتیٰ کہ) انبیاء کرام ''نفسی نفسی'' کہہ رہے ہوں گے تو ہمارے نبی وشفیع سیدنا محمد ﷺ ''امتی، امتی'' کہیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب جہنم کو بھڑکا دیا جائے گا۔ اور یہ (امتی امتی کہنا) اس لیے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو امن واطمینان عطا فرما دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ ٥ (۱۵۵)

(۱۵۵)...... سورۃ التحریم، آیت: ۸

روز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کو رسوا نہیں کریں گا۔

اور آپ کو مطمئن کر دینے میں یہ حکمت ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کی شفاعت کی طرف توجہ فرمائیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حالت اطمینان عطا نہ فرمائی ہوتی تو آپ بھی دیگر انبیاء کرام کی طرح نفسی نفسی کہہ رہے ہوتے۔

۵۲ واں فائدہ:

کسی بھی نبی نے روز قیامت سے قبل جہنم میں سے کچھ بھی نہیں دیکھا اور جب وہ بروز محشر دیکھیں گے تو ان پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی اور اس کی ہولناکی کی وجہ سے ان کی زبان خطبہ دینے اور شفاعت کرنے سے رک جائے گی اور وہ اپنی امتوں کو چھوڑ کر اپنی جانوں کی طرف مشغول ہو جائیں گے۔ لیکن ہمارے محبوب نبی کریم ﷺ نے یہ سب پہلے سے ملاحظہ فرمایا ہوگا اس لیے آپ پر اس طرح کی کوئی کیفیت طاری نہ ہوگی اور آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے پر قادر ہوں گے اور یہ مقام محمود ہے جس کا وعدہ آپ کے رب نے آپ علیہ السلام سے فرمایا ہے۔

۵۳ واں فائدہ:

اس میں فقہی دلیل ہے اس بات پر کہ جنت اور دوزخ مخلوق ہیں بخلاف معتزلہ کے کہ وہ اس کی خلقت کے منکر ہیں۔ اور یہ قرآن سے ظاہر ہے۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے''اعدت للمتقین'' جنت متقین کیلئے تیار کی گئی ہے۔''اِعداد''
خلقت کی دلیل ہے۔

۵۴واں فائدہ:

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مقام محمود وہ ہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ
نے کتاب عزیز میں آپ ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

عَسَى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (۱۵۶)

یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمادے گا۔

''عَسَی'' نحویوں کے نزدیک طمع، خوف اور امید کیلئے استعمال ہوتا ہے
لیکن جب اس کی نسبت اللہ رب العزت کی طرف ہو تو وجوب کیلئے آتا ہے اور ہم
نے اپنی کتاب ''خصائص رسول اللہ ﷺ'' میں شفاعت کے بیان میں اس پر تفصیلا
گفتگو کی ہے۔

مقام محمود مقام شفاعت ہے جو آپ اپنی امت کی فرمائیں گے محسنین
آپ کی شفاعت سے دو مقامات پر بہرہ ور ہونگے۔

(۱)......طویل ٹھہراؤ سے نجات پانے پر راحت وسکون کا حصول: اور
اس میں آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام بھی شامل ہے اس مقام پر تمام مخلوق

(۱۵۶)......سورۃ الاسراء، آیت: ۷۹

آپ ﷺ کی حمد کرے گی کیونکہ آپ کے وسیلے سے حساب کتاب میں جلدی ہوگی اور لوگ طویل عرصہ تک ٹھہرے رہنے سے راحت پائیں گے۔ اور تمام لوگ آپ کے قرب میں آئیں گے۔ یہ مقام ہے کہ آپ کے سوا نہ کوئی اس کا داعی ہے اور نہ ہی کوئی آپ کے ساتھ شریک ہے۔

(۲)......عزت وکرامت میں اضافہ اور منازل ومراتب میں رفعت کیلئے:

گناہگاروں میں سے بعض وہ ہیں جنہیں گناہوں سے تجاوز کی وجہ سے آپ کی شفاعت نصیب ہوگی اور بعض وہ ہیں جنہیں جہنم سے نکلوانے کیلئے آپ شفاعت فرمائیں گے (آپ ﷺ کی شفاعہ کفار کے علاوہ کسی پر بھی حرام نہیں ہے) کافروں کے علاوہ کوئی آپ کی شفاعت سے محروم نہ رہے گا یا ہوسکتا ہے کہ وہ بدعتی اور اہل ہوا آپ کی شفاعت سے محروم رہیں جو آپ کی شفاعت کے منکر ہیں۔

۵۵ واں فائدہ:

اس (واقعہ معراج) میں ایک مسئلہ میں متعدد بار سفارش کرنے کی دلیل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مالک قدوس کے ہاں (بعض روایات کے مطابق) پانچ مرتبہ اور (اور کچھ روایات کے مطابق نو مرتبہ نمازوں میں تخفیف کیلئے) شفاعت کا تکرار فرمایا۔

۵۶ واں فائدہ:

جس سے سفارش کی جارہی ہو اسے چاہیے کہ سفارش کو منظور کرلے کیونکہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی شفاعت کو قبول فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بھی شفاعت (سفارش) کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

سفارش کروتا کہ تمہیں اجر ملے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبانی فیصلہ کرواتا ہے جو چاہے۔(۱۵۷)

۵۷واں فائدہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سیدنا محمد ﷺ سے کہنا کہ بخدا میں نے آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کا شدید معالجہ کیا ہے (لیکن انہوں نے نماز کی پابندی نہیں کی) لہٰذا آپ اپنے رب کی طرف پلٹئے اور اس سے اپنی امت کیلئے تخفیف کا سوال کیجئے تو آپ ﷺ واپس پلٹتے رہے حتیٰ کہ آپ کو پانچ نمازوں کا حکم دے دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ بے شک آپ کی امت روزانہ پانچ نمازوں کی بھی طاقت نہ رکھے گی اور بلاشبہ میں نے آپ سے قبل لوگوں کو آزمایا اور بنی اسرائیل کا شدید تجربہ کیا ہے سو آپ اپنے رب کی طرف پلٹئے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے میرے رب سے

(۱۵۷)...... صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، جلد:۱، صفحہ:۴۴۲، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، جلد: ۴، صفحہ:۲۰۲۶

سوال کیا حتیٰ کہ مجھے اب حیاء آتی ہے میں اسی پر راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔

اس روایت میں ایک فائدہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانچ نمازوں کو بڑا اور کثیر سمجھا کیونکہ آپ علیہ السلام کی امت پر تین نمازیں فرض تھیں۔ ایک فجر کے وقت، ایک زوال کے وقت اور ایک غروب آفتاب کے وقت اور ہر نماز کی صرف دو رکعتیں تھیں۔ اس کے باوجود آپ کی امت نے نماز کو قائم نہ رکھا بلکہ اس میں کوتاہی کرتے رہے۔ اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کیلئے پانچ نمازوں کو زیادہ سمجھا اور ان پر شفقت کی وجہ سے کہ وہ اس وجوب کو قائم رکھنے سے کوتاہی کے مرتکب ہوں گے کمی کروانے کا سوال کیا۔

۵۸واں فائدہ:

آپ ﷺ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنا مجھے میرے رب سے حیاء آتی ہے اس میں یہ نکتہ ہے کہ حاجتوں کی کثرت کی وجہ سے حیاء آجانا اس وجہ سے ہے کہ حاجتوں کے پورا ہو جانے پر شکر ادا کرنے سے بندہ عاجز ہے۔ اس لیے آپ نے تکثیر حاجات سے حیا فرمائی۔

۵۹واں فائدہ:

حضور ﷺ کا کلیم اللہ علیہ السلام کے بارے میں خبر دینا جب میں موسیٰ

علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپ رونے لگے۔ پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ عرض کیا اے میرے رب! یہ نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوا اس کا اپنی امت کو جنت میں داخل کرنا میرے امتیوں کے جنت میں داخل ہونے سے افضل ہے۔ اس سے کوئی شخص ہرگز یہ گمان نہ کرے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حسد کے سبب رونے لگے تھے بلکہ آپ اپنی امت کی کوتاہی پر رو رہے تھے کہ ان پر دوسروں کو فضیلت مل گئی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے رسول کریم ﷺ کو نصیحت کرنے میں مبالغہ کیا حتیٰ کہ آپ نے اپنے رب سے اپنی امت پر سے تخفیف کرنے کا سوال کیا۔

۶۰ واں فائدہ:

وقت سے قبل عبادت کا منسوخ ہونا درست ہے اور اسی پر اکثر فقہاء ہیں۔ (یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کی لیکن وقت ادا سے قبل پچاس کو منسوخ کر کے پانچ مقرر فرما دیں۔)

۶۱ واں فائدہ:

شب معراج حمد باری تعالیٰ کرنے میں حضور سرور کائنات ﷺ کو ابہام کیوں ہوا؟ اس کے بارے میں جنید بن منصور سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: جب حضور ﷺ نے جانا کہ جتنی بھی ثناء کر لی جائے لیکن اس کا حق ادا

نہیں کیا جا سکتا تو آپ نے زبان عجز سے فرمادیا ''لا أحصی ثناء علیك'' اے اللہ میں (کما حقہ) تیری ثناء نہیں کرسکتا۔

علم الاشارات کے امام ابوبکر محمد بن موسیٰ الواسطی سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کو ثناء میں ابہام کیوں ہوا؟ فرمایا:

ثناء دوسروں سے بے نیاز کر دینے کیلئے ہوتی ہے اور جب کوئی ثناء کی حقیقت تک نہ پہنچ سکے تو اپنے عجز کو ظاہر کر دینا ہی اس کیلئے ثناء ہوتی ہے۔

ابو عثمان الحیری سے حضور ﷺ کے اس فرمان کا معنی پوچھا گیا ''لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک'' اے اللہ میں تیری ثناء کو شمار نہیں کرسکتا تیری ثناء بس وہ ہے جو تو نے خود اپنی فرمائی ہے۔تو شیخ ابو عثمان نے فرمایا:

حضور سرور عالم ﷺ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ثناء کرتے رہے اور جب آپ نے شب معراج اللہ تعالیٰ عظمت وجلالت کا مشاہدہ کیا تو اپنے ثناء کرنے پر حیاء آ گئی کہ اتنی عظمتوں والے رب کی ہم جتنی ثناء کرتے ہیں، یہ رب تو اس سے کہیں زیادہ بلند عظمتوں والا ہے،تو فرمایا ''لا احصی ثناء علیك'' اے اللہ (ہمیشہ تیری تعریف وثناء کرنے کے باوجود) میں تیری ثناء کا حق ادا نہیں کرسکا۔

ذوالنسبین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

روز قیامت کہ جس کے غم سے بچے بھی بوڑھے ہو جائیں، نبی کریم ﷺ اپنے رب کی ایسی ثناء بیان فرمائیں گے جو کسی اور نہ بیان نہ کی ہوگی، یہ ثناء اللہ

لیٰ اپنے محبوب ﷺ کو سکھائے گا، صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
ی ہے:

جب لوگ ایک ایک نبی کے پاس سے ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
ں پہنچیں گے تو آپ فرمائیں گے۔ میں اس کا اہل نہیں ہوں لیکن تم محمد ﷺ کے
ں چلے جاؤ وہی تمہارے غموں کا مداوی فرمائیں گے۔ تو لوگ میرے پاس
لائے جائیں گے، میں کہوں گا، ہاں ہاں میں اسی کے لئے ہوں۔ میں چلوں گا اور
میرے رب سے اجازت مانگوں گا تو مجھے اجازت عطا فرمادی جائے گی۔ پھر میں
میرے رب کے حضور کھڑا ہو کر اس کے حمدیں بیان کروں گا لیکن اس پر قادر نہ ہو
سکوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے یہ حمدیں الہام فرمادے گا...... الحدیث۔(۱۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر (اپنی رحمتوں کے در) کھول دے گا اور مجھے اپنی
حمدیں الہام فرمادے گا اور ایسی حسین حمدیں ہوں گی جو مجھ سے قبل کسی پر نہ کھلی
ہوں گی۔(۱۵۹)

---

(۱۵۸)......صحیح بخاری، کتاب التوحید، جلد:۴، صفحہ:۴۰۵۔۴۰۶، صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد:
۱، صفحہ:۱۸۲۔۱۸۴

(۱۵۹)......صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد:۳، صفحہ:۲۵۰۔۲۵۱، صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد:
۱، صفحہ:۱۸۴۔۱۸۶

شبِ برأت

حقائق ۔ فضائل ۔ عبادات

تخریج ۔ تحقیق
محمد عرفان طریقتی القادری
مدیر ماہنامہ بہارِ اسلام، انچارج بہارِ اسلام ریسرچ سنٹر

☆......شب برأت کے متعلق پیدا کیے شبہات کا ازالہ

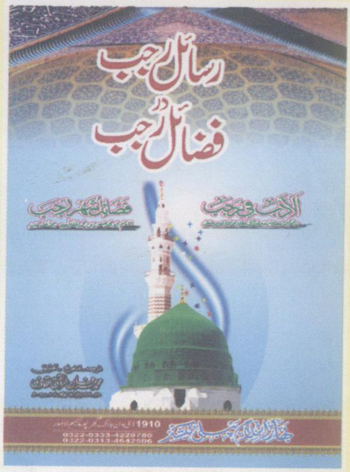
☆......مفسرین کرام اور محدثین عظام کی تحقیقات سے مزین

☆......شب برأت میں کیے جانے والے اعمال اور عبادات کا حسین مجموعہ

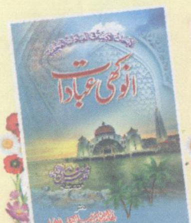
☆......ان گناہوں کا بیان جن کے سبب لوگ اس بابرکت رات میں بھی رحمت باری سے دور رہتے ہیں۔

☆......ان گناہگاروں کا تذکرہ جنہیں اس رات بھی بخشش کی نوید نہیں ملتی۔

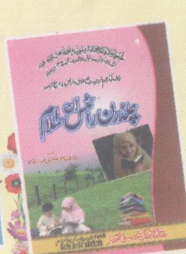
ناشر
بہارِ اسلام پبلی کیشنز لاہور
0333-4229760,0313-4642506

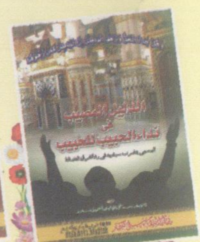


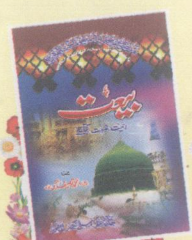
رسائل رجب
در
فضائل رجب



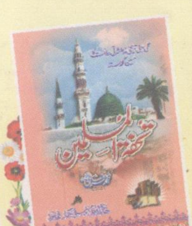
انوکھی عبادات



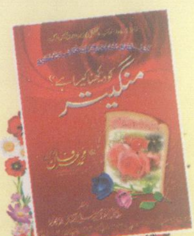




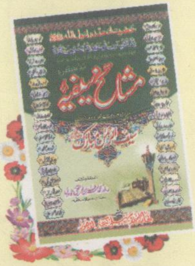
بیعت

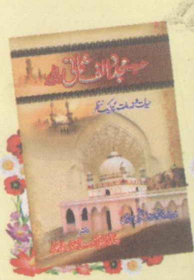


تحفۃ المسلمین

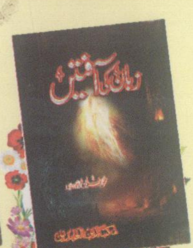


منگیتر





مجدد الف ثانی



زبان کی آفتیں